دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
جامعہ مدنیہ لاہور
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور (مغربی پاکستان)

فہرست مضامین

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

شوال المکرم ۱۳۹۶ھ تا شوال ۱۳۹۷ھ **جلد دوازدھم** اکتوبر ۱۹۷۶ء تا ستمبر ۱۹۷۷ء

مضامین کی یہ فہرست موضوعات کے لحاظ سے ان مسلسل صفحات کے حوالہ سے دی گئی ہے جو ہر صفحہ کے نیچے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے۔ (سمیع الحق)

نقش آغاز (اداریہ) ——— سمیع الحق

قرآنیات

دعوات عبدیت حق ——— شیخ الحدیث مولانا عبدالحق

تہذیب مغرب اور اسلام

اسلامی معاشرت و عبادت

شخصیات

تاریخ

مکاتیب و عکس مکاتیب

ادبیاتِ منظوم

احوال و کوائفِ دارالعلوم

تعارف و تبصرۂ کتب - اختر راہی

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن)

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش ۔ ۲

فون نمبر دار العلوم ۔ ۴

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ /۱۵ روپے فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

شوال ۱۳۹۷ھ
ستمبر ۱۹۷۷ء

جلد نمبر : ۱۲
شمارہ نمبر : ۱۱ ، ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
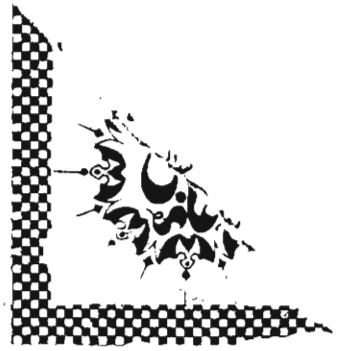
- دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ تعلیمی جشن
- یاہیہ زنجیر بھٹو

دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ عربی جریدہ "الداعی" کے تازہ شمارہ کے مطابق دارالعلوم کے مہتمم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس جولائی کے اہم قرار داد کی روشنی میں اعلان فرمایا کہ - دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ تعلیمی جشن اگلے سال نومبر ۱۹۷۸ء میں منعقد ہوگا - انشاء اللہ تعالیٰ - دارالعلوم کے اس صد سالہ اجتماع اور عظیم الشان تعلیمی جشن کے انعقاد کا ایک عرصہ سے چرچا ہے - اکابر دارالعلوم چاہتے ہیں - کہ جس طرح خداوند قدوس نے دارالعلوم کو پورے عالم اسلام میں ایک منفرد دینی اور تعلیمی مقام دیا ہے اور جس کے فیوضات و برکات سے پورا عالم فیضیاب ہو رہا ہے - اس کے سو سال پورے ہو جانے پر ایک ایسا تعلیمی اور دینی اجتماع منعقد کرایا جائے - جو اپنے دینی علمی اور اجتماعی فوائد کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ ہو - اس اجتماع کے ذریعہ عالم اسلام اور دنیا کے کسی حصہ میں بھی اسلامی علوم و فنون سے تعلق رکھنے والے ممتاز سکالر، محققین اور دینی زعماء کو ایک جگہ مل بیٹھنے کا موقع مل جائے اور وہ عالم اسلام کو درپیش تہذیبی، معاشرتی، تعلیمی اور دینی مسائل پر غور و فکر کر سکیں خود دارالعلوم دیوبند ایک تاریخ ہے - اس سے وابستہ علماء و مشائخ اور زعماء ملک و ملت مصنفین و اہل قلم دنیا بھر بالخصوص پاکستان اور بھارت میں اسلامی حلقوں میں مرکزی اور قائدانہ مقام رکھتے ہیں - ان میں سے کئی ہزار تو وہ بلند پایہ فضلاء دارالعلوم ہیں - جن کے علم و فضل سے ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے - اور اب دارالعلوم دیوبند اپنے ان قابل فخر سپوتوں کو دستارِ فضیلت عطا فرمانے کی شکل میں خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہے -

ان چند در چند وجوہ کے لحاظ سے مستقبل میں منعقد ہونے والے اس تعلیمی جشن اور برصغیر میں پچھلے ایک سو سال سے اسلام کی فکری، علمی اور ثقافتی نمائش کے بہترین اثرات نہ صرف بھارت مسلم اقلیت اور پاکستان کے علمی و فکری حلقوں کیلئے نہایت دور رس ثابت ہوں گے - بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے اس اجتماع کا وجود باعث خیر و برکت ہوگا - اس ضمن میں اجتماع کی انتظامیہ نے شایان شان انتظامات

کیلئے بڑے وسیع پیمانہ پر منصوبے مرتب کئے ہیں۔ اور دار العلوم کے رئیس مولانا قاری محمد طیب صاحب نے پورے عالم اسلام کے ۱۹۷۷ء سے ہی مراسلت شروع فرمائی ہے۔ پاکستان کے علمی اور فکری حلقوں اور دیوبند سے وابستہ مدارس عربیہ اور علماء و مشائخ کا ذہنی روحانی اور تعلیمی لحاظ سے اس اجتماع سے دلچسپی کسی طرح بھی بھارتی مسلمانوں سے کم نہیں۔ کیونکہ دیوبند ایک تحریک اور ایک مکتب فکر ہے اور پاکستان کے ہزاروں علماء و مشائخ اس مکتب فکر سے وابستہ ہیں وہ اپنے مادر علمی کی اس اہم ترین صد سالہ علمی تقریبات میں شمولیت کے لئے بے تاب ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس تقریب میں شرکت کیلئے دیوبند جانا چاہیں گے۔ جہاں وہ برصغیر کی سو سالہ تعلیمی جدوجہد اور اس کی برکات کی تاریخ ایک کھلی اور زندہ کتاب کی شکل میں دیکھ سکیں۔ اس سے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں ضروری ہے کہ ابھی سے مناسب اور ضروری انتظامات کر لئے جائیں۔

پاکستان میں پچھلے سال قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں کراچی میں چیدہ ترین علماء و فضلاء دیوبند کا اس سلسلہ میں ایک اجتماع ہوا تھا۔ اور مرحوم مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کے مکان پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو صد سالہ اجتماع کے سلسلہ میں مناسب امور پر بروقت کاروائی کرے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد معلوم نہیں کہ کمیٹی کی کیا حیثیت ترتیبی ہے۔ اور وہ اس سلسلہ میں کیا کچھ کاروائی کر رہی ہے۔ بہرحال اب بھی وقت ہے کہ مناسب انتظامات کیلئے علماء دیوبند احباب اکابر اور ابناء دار العلوم اور وابستگان دیوبند کو اس میں شمولیت کے مواقع فراہم ہونے کیلئے اجتماعی سطح پر کاروائی کریں۔ اور دونوں حکومتوں سے اس سلسلہ میں روابط قائم کئے جائیں۔ تاکہ عین موقع پر بین الممالک رکاوٹوں کی وجہ سے محروم نہ ہونا پڑے۔ جیسا کہ دو سال قبل برصغیر کے دوسرے ممتاز علمی مرکز ندوۃ العلماء کے تعلیمی جشن کے موقع پر ہوا۔ اور پاکستان میں موجود ہزاروں ندوی علماء اور ارباب فکر و قلم میں سے کوئی اس میں شریک نہ ہو سکا۔

ہمیں امید ہے۔ کہ بھارت کی نئی حکومت بھی اس اجتماع کو اپنے لئے کوئی خطرہ نہیں بلکہ اپنی ساکھ اور شہرت کیلئے مفید سمجھے گی۔ اس لئے کہ اس تعلیمی اجتماع کا ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کا انعقاد خالص علمی اور فکری بنیادوں پر ہو رہا ہے۔

ہماری دعا ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس اجتماع کے انعقاد کیلئے بہتر سے بہتر اسباب مہیا فرمادے۔ اور نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری انسانیت کیلئے یہ اجتماع روحانی، علمی اور معاشرتی برکات کا باعث ہو۔ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں یہ تعلیمی جشن نمایاں کردار ادا کر سکے۔

———★———

پابہ زنجیر بھٹو

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو قتل کے ایک کیس میں اس وقت پابجولاں ہیں۔ اور دیگر کئی مقدمات میں بھی عدالتیں انہیں بلا رہی ہیں۔ ایک عبرت عام کی کیفیت ہے۔ وہ شخص جو اپنی رعونت تمکنت اور آمریت کے گھمنڈ میں کوس لمن الملک بجا رہا تھا۔ آج اس کا وجود تماشائے عالم بن کر درس عبرت دے رہا ہے۔ قدرت کے قوانین احتساب کتنے اٹل ہوتے ہیں۔ دیر بھی ہوتی ہے۔ تو مکافات کی بنا پر اور استدراج کی تکمیل کے بعد مکافات کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ ان بطش ربک لشدید۔ آج یہی بھٹو ہیں اور اس کے انصار و اعوان مگر تاریخ کا بے درد ردِ عمل شروع ہو چکا ہے۔ اخبارات و جرائد کا ہر صفحہ ان کے شرمناک ظالمانہ اور حیا سوز کردار کے وہ وہ مناظر دنیا کے سامنے لا رہا ہے۔ کہ شرافت سر پیٹ کر رہ گئی ہے۔ حقائق سامنے ہیں۔ اور اسرار ظواہر بن گئے ہیں۔ قیامت سے پہلے ہی اس عالم میں ایک قیامت کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر ۔۔۔ اس دور سعادت جدید اور صحیفہ اعمال کھل کر سامنے آئیں گے۔ پھر نہ تو ان کے پاس اپنی مدافعت کی قوت ہوگی۔ اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔

اعمال و کردار کے ان سیاہ اعمالناموں کو دیکھ دیکھ کر مسٹر بھٹو اور ان کے وزراء و اعیان قیامت سے پہلے آج چیخ رہے ہیں کہ۔ مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا۔ ارے ان کالموں میں تو ہمارا ہر چھوٹا بڑا گناہ موجود ہے۔ لوگ یکے بعد دیگرے گواہ بن گئے ہیں۔ اور جرائم کی جزو بجزو فرد جرم عائد ہوتے جا رہے ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل کیا ظلم و فساد تھا، کیا رعونت تھی۔ کیا طنطنہ اور فرعونیت تھی وہ سب کچھ کہاں گیا۔ آئیے۔ قوانین عروج و زوال کی ابدی صداقتوں کی امین ۔۔۔ الکتاب الکریم ۔۔۔ میں سے اس کا جواب سن لیں ۔۔۔ کم ترکوا من جنّٰت وعیون ○ وزروع ومقام کریم ○ ونعمۃ کانوا فیھا فٰکھین ○ کذلک واورثنٰھا قوماً آخرین، فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین ○ ولقد نجّینا بنی اسرائیل من العذاب المھین ○ من فرعون انّہ کان عالیاً من المسرفین۔ (الدخان) "یہ لوگ کتنے ہی باغات، نہریں، کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مکانات، عزت و وجاہت کے مناصب اور محافل چھوڑ گئے۔ عیش و عشرت کے سامان چھوڑ بیٹھے جن میں مزے اڑایا کرتے تھے اور جب ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا وارث بنا دیا تو نہ تو ان پر آسمان رویا نہ زمین (نہ اہل عالم نے فرعون کے آنسو بہائے نہ خدیو سے اپنی آنکھ کے آنسو بہا) اور نہ انہیں مہلت ملی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ذلت ناک عذاب سے نجات دی۔ واقعی وہ بڑا سرکش اور حد سے باہر نکل گیا تھا۔"

۔۔۔ ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشی۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

ضبط و ترتیب : ادارۂ الحق

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

افادات ختم بخاری شریف

۲۳ر رجب ۱۳۹۷ھ کو ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے ارشادات کا بقیہ حصہ۔ سلسلہ کے لئے گذشتہ سے پیوستہ شمارہ ملاحظہ فرمائیے۔ " ادارہ "

—— حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے درس کا عجیب عالم ہونا ——

چار مذاہب تو ہیں ہی مشہور، باقی وہ مذاہب جو ترمذی میں پڑھے اسکی بھی تحقیق کرتے لغت کی بھی، اعراب کی بھی تحقیق کرتے۔ حتیٰ کہ عبارت بھی اکثر خود پڑھتے اور بہت سوالات طلبہ کرنے لگتے تو فرماتے کیوں جلدی کرتے ہو خلق الانسان من عجل۔ مجھے خوب یاد ہے اتنے استقلال اور اتنی ہمت کے ساتھ پڑھاتے کہ کبھی بھی جلدی اور عجلت ان پر نہ ہوتی۔ کل بخاری شریف کا ختم تھا اور رات کو سبق ہو رہا تھا۔ ہم طلبہ تھے۔ شوخی سوجھی کہ آج سوالات کریں گے کہ استاذ غصہ ہوں کہ وقت کم ہے اور آپ سوالات میں لگ گئے، کل ختم ہے اور کتاب ختم کرنی ہے۔ تو اُس حالت میں بھی تبسم فرماتے اور کہتے۔ کہ خلق الانسان من عجل۔ اور اخلاق کا یا عالم تھا۔؟ بخاری شریف میں کتاب العلم میں پڑھا ہوگا۔ کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، حیات کے بعد، تو ملزوم کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ تو جب علم ہو تو تکبر بھی آجاتا ہے۔ مگر ہمارے مولانا مدنی صاحبؒ ایک دن ریل گاڑی میں ایک شاگرد خادم کیساتھ جا رہے ہیں۔ شاگرد اٹھ کر بیت الخلاء گئے۔ اندر جھانک کر واپس ہوئے، دروازہ بند کیا اور آکر بیٹھ گئے۔ تو حضرت مولاناؒ نے دریافت کیا، جو شیخ الحدیث ہیں صدر مدرس ہیں دارالعلوم دیوبند کے، وہ دریافت کرتے ہیں کیوں بھائی جلدی واپس ہوئے۔؟ اس نے جواب میں کہا کہ حضرت پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ گندہ ہے اس لئے واپس ہوا فرمایا: اچھا سو جاؤ۔ حضرت بھی بظاہر سو گئے، کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پاخانہ تشریف لے گئے پانی وغیرہ سے جگہ صاف کر دی۔ پھر آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ جب طالب العلم اٹھا تو فرمایا: اندر پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ یہ گویا خود چپکے سے جاکر صاف کر دیا تھا۔ ہم کسی کے فارورات کو دیکھ بھی نہ سکیں۔ مگر اخلاق عالیہ اور خدمت خلق کا عجیب عالم تھا۔ یہ اخلاق کا وہ بلند مقام ہے۔ کہ اسکی مثال ملنا مشکل ہے۔ تو شیخ مدنیؒ میں ایک بڑا کمال ہم نے یہ دیکھا۔ یہ موجودہ وقت میں جو بھی احادیث کا درس آپ دیکھتے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر اساتذہ تو ہیں ہی سارے،

پاکستان، افغانستان، ایران و عرب جائیں، جس نے بھی حضرت مدنی قدس سرہٗ کے سامنے زانو تہ کئے اللہ نے آگے اسے درس و تدریس کی دولت دی ہے۔ اور وہ درس میں لگے ہوئے ہیں اور ایک مسئلہ آج اور بھی تبلا دوں تمہیں اب یہ فکر ہے کہ یہاں سے فارغ ہوگئے تو اب روٹی کا کیا ہوگا۔ دارالعلوم دیوبند کے اوّل صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مجذوب تھے۔ ایک دن درس میں تشریف لائے تو فرمانے لگے۔ مٹو کے تھوڑا منو کے چھوڑا ــــ طلبہ نے وجہ پوچھی کہ کیا بات ہے؟ فرمایا ہر رات تہجد کر کے اللہ کے سامنے روتا اور دعا کرتا کہ دارالعلوم کے جتنے بھی وابستگان اور فضلاء ہیں ان کو اتنا ملے کہ روٹی اور معاش کی فکر سے فارغ ہوں۔ فرمایا یہ دعا ہر رات کرتا مگر آج رات خدا سے یہ دعا منوالی۔ گویا دستخط اللہ رب العزت سے لے لیا۔ تو میں کہتا ہوں کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ سے جس کا تعلق ہے۔ خدا نے ایک تو اس کے علمی فیض درس و تدریس کو جاری رکھا ہے۔ دوسرا رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پر تنگی نہیں لائی۔ خدا ہر چیز کا رازق ہے تو آپ علماء بالخصوص حدیث کے علماء پر رزق کے معاملہ میں انشاء اللہ العزیز تنگی بالکل نہیں آئے گی، آپ اسے مقصدِ زندگی نہ بنائیں بلکہ حدیث کی اشاعت اور خدمتِ دین کو مقصد سمجھیں۔ باقی امور اللہ پر چھوڑ دیں۔

الغرض یہ ترمذی شریف اور بخاری شریف میں نے حضرت شیخ العرب والعجم مولانا مدنیؒ سے پڑھی ہیں اور مولانا شیخ العرب والعجم نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے جو شیخ الہند کے نام سے معروف ہیں اور ان کا ترجمہ قرآن ہر جگہ مروج ہے۔ کابل گورنمنٹ نے فارسی میں بھی اس کا ترجمہ کیا ہے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ایک رئیس شخص کے گھر پیدا ہوئے ان کے والد کافی زمین اور باغات کے مالک تھے مگر شیخ الہندؒ نے اپنے اساتذہ کی خدمت اور تحصیل علم کے لئے زندگی وقف کر دی۔ انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب نانوتوی سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے سند کئی ہیں، مشہور سند یہ ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھیں۔ شاہ عبدالغنی صاحب ایک تو شاہ ولی اللہ کے فرزند ہیں وہ مراد نہیں یہ مجددی ہیں۔ اور شاہ ابوسعید کے فرزند ہیں، وہ شاہ شفیع القدر کے فرزند تھے اور وہ شاہ محمد معصوم صاحب کے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ہیں۔

تو حضرت نانوتویؒ نے شاہ عبدالغنی سے بخاری ترمذی پڑھی، شاہ عبدالغنی مجددی نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی سے بخاری اور ترمذی پڑھی۔ حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے ہیں۔ انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے پڑھیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے استفادہ کیا۔ اور آج جو کچھ بھی حدیث کے درس دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب صدقہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حرمین الشریفین میں مکہ مدینہ

میں حدیث پڑھ کر ہندوستان آکر اسکی اشاعت کی اور ان کا یہ درس آج ہندوستان اور بیرون پھیلا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسے اور بھی چار دانگ عالم میں پھیلا دے۔ ان سے آگے سند امام بخاری اور امام ترمذی تک کتابوں کے آغاز میں منقول ہے۔ ترمذی اور بخاری سے حضور اقدس تک ہر حدیث کی ابتداء میں حدثنا اور اخبرنا کے ساتھ ذکر ہوتا ہے تو گویا ایک سند تو احقر ناچیز اور دیگر اساتذہ سے شاہ ولی اللہ دہلوی تک ہے۔ اور اس کا دوسرا سلسلہ شاہ ولی اللہؒ سے امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے۔ اور تیسرا سلسلہ مصنف کتاب امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہے ـــــ یہ اللہ کا ایک بڑا کرم ہے کہ آپ کو علم حدیث کے حصول کی توفیق دی۔ حضورؐ نے دعا فرمائی ہے۔ نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها ثم اداها کما سمعها اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے۔ اسے خوش و خرم رکھے جس نے میری کوئی حدیث سن لی اور اسے یاد کر لیا پھر جیسے اُسے سنا تھا اسی طرح اوروں تک پہنچا دیا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اللھم ارحم خلفائی۔ یا اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما۔ صحابہؓ کرام نے فرمایا: قلنا من خلفائك۔ یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون لوگ ہیں۔ فرمایا: الذین یحفظون الحدیث ویبلغونه۔ جو لوگ حدیث کو یاد کر کے پھر اُسے اوروں تک پہنچائیں گے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا: من سلك طریقا یطلب فیه علماً سهل اللہ له طریقاً الی الجنة۔ (او کما قال) جس نے علم کا راستہ کھول دیا، اس پر چل پڑا جیسا کہ آپ حضرات نے اس مدرسے کا سلسلہ قائم کیا، اب اسے کوئی چندے دیتا ہے۔ کوئی خدمت کرتا ہے۔ کوئی پڑھتا ہے۔ اور پڑھاتا ہے۔ کچھ نہ کچھ تعلق بھی علم سے ہے تو اللہ اسے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

بخاری شریف کے اختتام کے موقعہ پر کی گئی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ شیخ جمال الدین فرماتے ہیں کہ میرے استاد شیخ اصیل الدین نے فرمایا کہ میں نے ایک سو بیس[۲۰] مشکلات کے لئے ختم بخاری شریف کو آزمایا اور خدا نے میری ان مشکلات کو ختم فرما دیا۔ حضرت شیخ فضل الرحمان گنج مراد آبادی ایک عظیم صوفی اور بزرگ گذرے ہیں انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے شاگردوں سے کہا کہ میرے سرہانے وفات کے وقت بخاری شریف کی تلاوت کرتے رہو۔ یہ حدیث جب زبان سے ادا ہوتی ہے۔ تو اسکی روشنی ایسی ہے جیسے کہ بدر کی رات چودھویں چاند کی اور قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کے تلفظ سے ایسا نور نکلتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب عالمتاب کی روشنی۔ اب دعا فرمایئے اس سے قبل دیگر اساتذہ سے بھی گذارش ہے کہ جنہوں نے دورۂ حدیث پڑھانے میں حصہ لیا وہ بھی آپ حضرات کو اپنی سندات اور اجازت عطا فرما دیں۔ اس کے بعد دعا کی جائے گی۔

دعا: اللھم لا تدع لنا ذنباً الا غفرته ولا ھماً الا فرجته ولا حاجة من حوائج الدنیا والآخرة الا قضیتها ویسرتها یا ارحم الراحمین۔ اللھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا ولا تھنا وآثرنا

ولا تؤثر علینا وارضنا وارض عنا۔ اللھم یارب العلمین یاغیاث المستغیثین ۔ یا اللہ ان سب کو بخاری شریف کا یہ ختم مبارک کردے تمام کتابوں سمیت ۔ اتنی گذارش ہے کہ حضرت شیخ نے بخاری شریف ترمذی شریف کے علاوہ بھی تمام صحاح ستہ کی اجازت دی ۔ مجھ میں کچھ بھی نہیں ۔ ان اکابر کی وہی اجازت تمام کتابوں کی آپ سب کو منتقل کرتا ہوں ۔ پروردگار سب کی دین و دنیا عقبیٰ بہتر کردے ۔ یہ دارالعلوم اس پرفتن دور میں ایسی شان سے چل رہا ہے تو یہ محض اللہ کی مہربانی اور فضل ہے ، اللہ کا کرم ہے ورنہ ہم کسی قابل نہیں ہم اللہ کی حمد اللہ کی ثناء اللہ کی تعریف کرتے ہیں ۔ یا اللہ آپ نے ہم اندھوں بوڑھوں عاجزوں بیماروں اور مساکین اور مسافروں پر کتنا عظیم رحم فرمایا ۔ اس کے چند اراکین ، اساتذہ اور چندہ دہندگان جو پاکستان اور بیرون پاکستان بھی ہیں ان کے تعاون سے ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال و جان اولاد اور عزت و آبرو کو محفوظ رکھے اور رحمتیں اور برکتوں سے نوازے ۔ یا اللہ ان سب بیماروں کو صحت دے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نعمت سے محروم نہ کرے ۔ اللہ شفاء دے ۔ اللہ پروردگار جل جلالہ سب پر رزق کی وسعت لے آئے ، پروردگار سب کی مشکلات حل فرمادے ، پروردگار سب کا حسن خاتم نصیب فرمادے ۔

جن لوگوں نے خطوط اور پیغامات کے ذریعہ دعاؤں کے لئے کہا ہے ۔ ان کے لئے یہ دعا ہے کہ پروردگار ان کو مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب کرے ۔ اور دین اور دنیا کی خوشیاں نصیب فرمادے ۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ بھلائی کرے سب کی دین و دنیا بہتر کرے ۔ اللہ سب کے درجات بلند کرے ۔

پروردگار تو ہم سب مساکین کے گناہ معاف فرما ، یا اللہ ہمیں ابتلاء اور امتحانات میں نہ ڈال ۔ یا اللہ جیسا کہ تو نے امام بخاریؒ کو بصارت اور بصیرت کی دولت دی اسی طرح ہمیں بھی ان کے طفیل نصیب فرمادے یا اللہ صلحاء کی دعائیں ہمارے حق میں بھی قبول فرما ، یا اللہ ان تمام کو قرضوں سے نجات دے ، تجارتوں میں عمر میں صحت میں ہر دینی مقصد میں برکت ڈالدے اور دارین کی سعادتمندی اور سرفرازی نصیب فرمادے ۔ یا اللہ ناموں کی ضرورت نہیں ہمیں یاد بھی نہیں مگر خدایا سب تیرے علم میں ہیں ۔ چھوٹے بڑے مرد و عورت طلباء علماء بیمار اور تندرست سب کی دین و دنیا بہتر کردے اس بخاری شریف کی برکت سے سب کی مشکلات حل فرما اور سب کے مقاصد پورا فرما ۔ شرور سے محفوظ رکھ جن کی اولاد نہیں انہیں اولاد عطا فرما ۔ سب کی اولاد کو نیک عمل اور صالح بنا ۔

اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔

جناب ریاض الحسن نوری ۔ لاہور

جدید انکشافات اور مذہب

کیا اب بھی مذہب کا انکار ممکن ہے؟

انیسویں صدی میں عام طور سے سائنس کو ہر مشکل کا حل خیال کیا جاتا تھا۔ اور مذہب کی اہمیت مغرب کے لوگوں میں کم ہو گئی تھی۔ مغرب میں مذہب سے لگاؤ کم ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں پادریوں اور بادشاہوں نے مل کر عوام کو خوب بیوقوف بنایا اور جی بھر کر لوٹا۔ مگر جب مسلمانوں کے یورپ پہنچنے اور مسلمانوں کے علوم کے یورپین زبانوں میں ترجمے ہونے سے یورپ کی آنکھیں کھلیں تو انہیں ہوش آیا۔ یورپین اقوام نے تعصب کی وجہ سے اسلامی علوم کیطرف تو توجہ نہیں دی اور نہ ان علوم کے ترجمے ہوتے۔ البتہ دنیاوی اور سائنسی علوم انہوں نے مسلمانوں سے ضرور حاصل کئے۔ پس یورپ کے لوگ اپنے مذہب اور اپنے حاکموں سے تو بدظن ہو گئے مگر اسلامی علوم سے بے بہرہ ہونے اور تعصب کی بنا پر وہ اسلام کے نزدیک بھی نہ آسکے اور اپنے مذہب سے بھی دور ہو گئے ۔۔۔ بادشاہوں، پادریوں اور سرمایہ داروں سے بدظن ہونے کی بنا پر وہاں ایک نیا مذہب اور نظریہ معرض وجود میں آیا جس میں خدا پرستی کی بجائے مادہ پرستی کو شعار بنا لیا گیا۔ اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ مذہب، خاندان اور حکومت کے خاتمے کے بغیر دنیا میں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں اینگلس کی کتاب "خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز" اور لینن کی کتاب "ریاست اور انقلاب" بہت اہم ہیں۔ ان کا ترجمہ روس سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ یاد رہے کہ سوشلزم کے لئے کام کرنے والے تقریباً سب ہی لوگ مثلاً انگلینڈ کے اووَن جرمنی کے مارکس اور روس کے لینن انکار خدا کے پرجوش مبلغ تھے مگر یہ لوگ سائنس دان نہ تھے۔ اگرچہ سائنس کا نام بار بار لیتے تھے۔ اس کے برعکس انیسویں صدی کے بعض سائنس دان اگرچہ مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مذہب سے قدرے بدظن تو ضرور تھے مگر خدا کے انکار کی انکو ہمت نہ ہوتی تھی۔ باقی تقریباً تمام کے تمام ماہر طبیعات اور کیمیا بہت مذہبی آدمی تھے۔ اسکی تفصیل ہم اپنے ایک سابق مضمون میں لکھ چکے ہیں۔ انقلاب فرانس کا ہیرو رابسپیری،

بھی خدا کو مانتا تھا اور روح کے ابدی ہونے کا معترف تھا۔[۱]

ایک دوسرے مضمون میں ہم مسلمانوں کی سائنسی خدمات اور مذہبی لگاؤ بھی ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ جہاں تک ادیبوں کا تعلق ہے۔ روس کے لینن کے دور کے سب ہی بڑے بڑے ادیب مثلاً ٹالسٹائی، دوستنسکی وغیرہ خدا پرست تھے۔ دوستنسکی پہلے زار کے خلاف سیاست میں حصہ لیا کرتا تھا۔ پھر اسے زار نے موت کی سزا دی مگر بعد میں سائبیریا میں چار سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ قید میں انجیل پڑھ کر یہ بڑا مذہبی بن گیا۔ آجکل انیسویں صدی کے ناول نویسوں میں اس کے ناول سب سے زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔[۲]

لینن کے نظریات | لینن کا مذہب سے متعلق کتابچہ LENIN ON RELEGION پڑھنے کے لائق ہے۔ اس میں وہ ایک مشہور جرمن سائنس دان کی شکایت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آرتھر ڈریوز (ARTHUR DREWS) نے مذہبی توہمات کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ (حضرت) عیسیٰ نام کی کوئی ہستی تاریخ میں نہیں گذری۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود آخر میں وہ مذہب کے حق میں فیصلہ سنا دیتا ہے۔ اور ایسے مصفاد لطیف مذہب کا ذکر کرتا ہے۔ جو نیچریوں کے بڑھتے ہوئے حملوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہ ایک صاف گو رجعت پسند کی مثال ہے، جو کہ فرسودہ توہمات کی جگہ نئے قابل نفرت اور حقیر توہمات منتقل کر رہا ہے۔[۳]

مذہب کے نام سے لینن کو اتنی نفرت ہے کہ وہ لوگوں کو بادل نخواستہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ یہ اعلان کریں کہ "ہمارا مذہب سوشلزم ہے" کیونکہ اس اعلان سے کچھ لوگوں کی تبدیلی مذہب سے سوشلزم کی طرف ہوگی مگر دوسروں کی تبدیلی سوشلزم سے مذہب کیطرف ہوگی۔ بہرحال وہ کہتا ہے۔ کہ جو لوگ یہ اعلان کریں کہ "ہمارا مذہب سوشلزم ہے۔" ہمیں ان پر قدغن نہیں لگانی چاہیئے۔ لینن کے بیان کے مطابق ہر سوشلسٹ اصولاً طور پر منکر خدا ہوتا ہے۔

i.e. To be an atheist, which every socialist is as a rule.[۴]

لینن کے دور کا ایک مشہور ادیب میکسیم گورکی تھا۔ اسکی کسی تحریر میں ایسی بات آگئی جس سے لینن کو شبہ ہوا کہ یہ شخص پوری طرح خدا کا منکر نہیں ہے تو اس نے اسے ایک ڈانٹ کا خط لکھا اور کہا کہ عیسائی سوشلسٹ رجعت پسند ہیں اور یہ نظریہ سوشلزم کی بدترین تحریف ہے۔[۵] دراصل لینن اور مارکس دونوں مذہب سے اس قدر متنفر تھے کہ وہ مذہب کا نام کسی صورت میں سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور "مذہبی سوشلزم" کو رجعت پسندی قرار دیتے تھے۔ لینن کے نزدیک کسی طرح سے بھی خدا یا مذہب ذکر کرنا ایسا گندہ اور ذلیل کام ہے۔ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اسکو وہ خطرناک ناپاکی اور شرمناک بیماری قرار دیتا ہے۔[۶] وہ صاف صاف خدا مردہ باد اور کفر زندہ باد کے نعرے لگاتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے۔ کہ ہمارا بنیادی مقصد ہی کفر پھیلانا ہے۔[۷]

اسکی کتاب کے انگریزی الفاظ حسب ذیل ہیں۔

Down with religion and long live atheism, the dissemination of atheistic views is our chief task.[۹]

دوستوسکی جیسا عظیم ادیب حضرت عیسیٰ کا شیدائی اور بڑا مذہبی تھا۔ اس لئے لینن اس کے ناولوں کو کم درجہ کا ادب قرار دیتا ہے۔

روس کے دوسرے نامور ادیب جنکو آجکل دنیا کے چوٹی کے ادیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور جنکا نام ٹالسٹائی ہے، ان کے متعلق لینن نے مذکورہ بالا کتاب میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں کہا ہے کہ کوئی آزاد خیال روسی ٹالسٹائی کے خدا پر یقین نہیں رکھتا۔ اس نے ٹالسٹائی پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ تضادات کی وجہ سے ٹالسٹائی کے لئے مزدوروں کی تحریک یا سوشلزم کی جدوجہد کو سمجھنا ہی ممکن نہیں ہے۔[۱۰]

یاد رہے کہ اسی ٹالسٹائی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس کا ترجمہ مصر سے "حکم النبی" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ پیسہ اخبار والوں نے لاہور سے ۱۹۲۰ء میں شائع کیا تھا، وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ لینن کے دور میں ایک عظیم روسی سائنس دان پیولاو (PAVLOV) تھا۔ یہ کھلم کھلا زار کا طرفدار تھا۔ لیکن اسکی عالمگیر شہرت کی وجہ سے انقلاب کے بعد بھی کمیونسٹ اس کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔ غالباً روس کی وہ واحد شخصیت تھا جو مخالفت کے باوجود بالشویکوں کے ظلم و ستم سے محفوظ رہا۔

غرضیکہ لینن کے دور میں نہ صرف دنیا کے بلکہ خود روس کے نامور ترین ادیب اور سائنس دان لینن اور اس کے نظریات کے مخالف تھے۔ یاد رہے کہ لینن کے حامیوں میں کوئی بھی چوٹی کا سائنس دان یا ادیب نہ تھا۔ اس کے تمام ساتھی درمیانہ یا ادنیٰ درجے کی قابلیت کے لوگ تھے۔ ان کا سارا زور غریب اور امیر کے درمیان منافرانہ پروپیگنڈا اور روٹی کپڑا اور جنگ میں جرمنوں سے صلح کر کے امن قائم کرنے پر تھا۔ کیونکہ روس کے عوام جنگ عظیم میں شکستوں کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس لئے وہ امن کے وعدے سے متاثر ہو گئے۔

بہر حال تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ روسی عوام کی اکثریت بھی جو کسانوں پر مشتمل تھی۔ سوشلزم کے خلاف تھی۔ لینن نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ وہ کسانوں کے متعلق صاف صاف لکھتا ہے کہ کسان بالشوازم کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ بالشویک ان سے مقررہ قیمتوں پر غلہ خریدتے تھے۔ اس لئے کسان بالشویکوں کے مخالف فوجی جرنیلوں کا ساتھ دیتے تھے۔ لینن کا اپنا بیان یوں ہے:

"When Kolchak and Danikin were advancing from Siberia and the South, the peasants were on their side. They did not like Bolshevism because the Bolshviks took their grain at a fixed price."[۱۱]

الغرض سوشلسٹ پالیسیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں کسان مارے گئے۔ جنگ عظیم کے بعد ملک میں انقلاب آجانے پر جو خانہ جنگی ہوئی اس میں جانی اور مالی نقصان جو ہوا وہ جنگ عظیم میں شامل تمام ملکوں کے نقصان سے کہیں زیادہ تھا۔ جانی نقصان اتنا ہوا کہ سن کر لرزہ آتا ہے۔ سوشلسٹ حکومت اس نقصان کو جنگ عظیم کے نقصان کو ساتھ ملا کر بیان کرتی ہے تاکہ کچھ پردہ پوشی ہو سکے۔ روسی ماہرین کے مطابق ۱۹۱۴ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیانی عرصے میں سولہ سال کی عمر سے لیکر انچاس سال کی عمر تک کے لوگ ۵ء۱۴ ملین (یعنی تقریباً ڈیڑھ کروڑ) مارے گئے اور ۴۰ لاکھ اپاہج ہو گئے۔[۱۲]

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (ج ۱۹ ص ۹۹۶) کے مطابق فرانس اور روس کے جنگ عظیم اوّل میں ۳۰ لاکھ سپاہی مارے گئے۔ اگر ان میں سے ۲۵ لاکھ بھی روس کے فرض کرتے جائیں تو بھی سوا کروڑ انقلاب روس کی بھینٹ ٹھہرے جبکہ اس دور میں روس کی آبادی کل چودہ کروڑ تھی۔[۱۳]

بقول پوڈکولزن ۱۹۲۰ء میں چینی کی پیداوار ۱۹۱۳ء کی نسبت صرف سات فیصد رہ گئی۔[۱۴] اس ایک مثال سے معاشی نقصان کا اندازہ کر لیجئے، معاشی بدحالی کی تفصیلات ہم اپنے سابقہ مضامین میں بیان کر چکے ہیں اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اتنی بات یاد رکھیئے کہ بقول پوڈکولزن فوجی جوانوں اور ڈیفنس کے مزدوروں کو تو خاص راشن ملتے تھے۔ مگر ماسکو اور لینن گراڈ کے مزدوروں کو بعض اوقات دن بھر میں صرف پچاس گرام (تقریباً ساڑھے چار تولے) روٹی دی جاتی تھی۔[۱۵] اسی زمانے میں یہ قانون بنایا کہ اگر کوئی کسان اپنے کھیت سے دانے چھپائے تو اسکو موت کی سزا دی جائے۔

لینن کی رجعت جب ملک تباہی کے کنارے آ لگا اور امریکہ سے غلہ کی امداد مانگنی پڑی تو مجبور ہو کر لینن صاحب کو رجعت پسند بننا پڑا اور انہوں نے نیو اکنامک پالیسی یعنی نئی معاشی پالیسی نافذ کی۔ اسکی رو سے کسانوں کو اپنی زمین ٹھیکے پر دینے اور مزدور رکھ کر کھیت پر کام کرانے کی اجازت مل گئی۔ روس کے سرکاری مؤرخین کے الفاظ یہ ہیں:

"Under the new laws the peasants could lease their land and hire labour".[۱۶]

سٹالن کا ظلم و ستم قصہ مختصر نئی رجعت پسندانہ پالیسیوں سے روس کی حالت سنبھل گئی۔ اس کے بعد لینن کا انتقال ہو گیا۔ تو سٹالن کو پھر سوشلزم کا جوش چڑھا اور انہوں نے کسانوں سے پھر زمین لیکر اجتماعی فارم بنانے شروع کر دئے اور ان فارموں کا کنٹرول سرکاری افسروں اور پارٹی لیڈروں کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔ اس سے کسانوں میں ناراضگی پھیل گئی۔

اس کے بعد کیا ہوا۔ کسانوں سے کس طرح انتقام لیا گیا۔ بیسیوں لاکھ (MILLIONS) کسان قتل کر دئے گئے۔ بقول ٹراٹسکی کسانوں کے نہ صرف گھوڑے، گائیں، بھیڑیں بلکہ مرغیوں کے چوزے تک اجتماعی ملکیت میں لے لئے گئے۔ حتیٰ کہ معصوم بچوں کے پیروں سے فلیٹ کے جوتے تک اتار لئے گئے۔

یاد رہے کہ انقلاب سے پہلے روس زرعی پیداوار برآمد کرتا تھا جس کا چالیس فیصد گندم ہوتی تھی [۱۸] اور انقلاب سے آج تک روس غلہ کے لئے سامراجیوں کا دست نگر ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ ایک طرف روس میں لینن کے بعد سٹالن نے قتل و غارت ظلم و ستم کا بازار گرم کیا تو دوسری طرف جرمنی میں نیشنل سوشلزم کے علمبردار ہٹلر نے اپنے ہی ہم وطنوں کو ایسی ظلم کی چکی میں پیسا کہ وہ بھی قتل عام میں سٹالن سے پیچھے نہیں رہا۔ اس کے بعد ان دونوں نے آپس میں معاہدہ کر کے دنیا کو تاریخ کی سب سے خوفناک اور تباہ کن جنگ میں دھکیل دیا۔۔۔۔۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مطابق اس جنگ میں اندازہ ہے کہ ساڑھے تین کروڑ سے چھ کروڑ تک انسان کام آئے۔

ان دونوں نے انسانیت کو اس بری طرح تباہ کیا کہ برٹرینڈرسل کو خدا کا وجود ماننے میں اس لئے پس و پیش ہے کہ اگر خدا ہے تو اس نے ایسے ظالموں کو کیوں پیدا کیا۔ حالانکہ الحاد کے نتیجے ہی میں یہ عذاب الٰہی بن کر دنیا میں نازل ہوئے۔

سٹالن کی رجعت | جب جنگ نے شدت اختیار کی تو سٹالن نے بھی خدا کا نام لینا شروع کر دیا۔ مذہبی لوگوں کو آزادی مل گئی بلکہ ان سے دعاؤں کی درخواست ہونے لگی۔ ایک وقت آیا کہ سٹالن نے روس میں مخلوط تعلیم پر بھی پابندی لگا دی [۱۹]

جنگ کے زمانے میں مصر میں روسی سفارت خانے کا افسر اعلیٰ مسلمان ہو گیا۔ سٹالن کی بیٹی لکھتی ہے۔ کہ سٹالن سب کے سامنے مجھے لباس کے معاملہ پر ڈانٹا کرتا اور میں رونے لگ جاتی۔ ایک مرتبہ اس نے کہا کہ اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ تنگ سوئٹر کیوں پہنتی ہو۔ ڈھیلا لباس پہنا کرو [۲۰]

ازبکستان کے کمیونسٹوں کی رجعت | مارچ ۱۹۵۳ء میں سٹالن کا انتقال ہوا تو نئی حکومت نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تعلیم کا بندوبست کرنے میں دقت محسوس کی۔ اس وجہ سے ۱۹۵۴ء میں مخلوط تعلیم پر سے اگرچہ پابندی ختم کر دی گئی مگر اس کے اثرات ابھی تک کچھ علاقوں میں باقی ہیں۔

۱۹۶۷ء میں روسی کمیونسٹ حکومت کے پچاس سال پورے ہوئے تو امریکہ نے صحافیوں کی ایک ٹیم روس بھیجی تاکہ روس کے تازہ ترین حالات سے واقفیت ہو سکے۔ اس ٹیم نے چشم دید حالات پر کتاب چھاپی جس کا نام ہے "سوویٹ یونین۔ دی ففٹی ایرز" اس کا ایڈیٹر ایچ۔ ای۔ سالسبری ہے۔ اس کے مصنفین لکھتے ہیں

"عورتوں کے لئے خلوت اور علیحدگی (SECLUSION) روسیوں کے کلچر میں آخری چیز ہو سکتی ہے۔

خاصکر ایسے لوگوں کے سامنے اسکی وکالت کیسے کی جاسکتی تھی۔ جنہوں نے ابھی ۱۹۲۰ء ہی میں
عورتوں کو نقاب ترک کرنے کی اجازت دی تھی۔ مگر عورتوں کی خلوت نشینی کا طریقہ ازبکستان
میں پھر رائج ہو گیا ہے۔ یہ طریقہ پس ماندہ کسان عورتوں میں نہیں بلکہ کچھ اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں میں
جو پارٹی کی ممبر بھی ہیں اور دانشوروں میں شمار ہوتی ہیں ان میں بھی رائج ہو گیا ہے۔ یہ نظریہ جو
گھمنڈ اور امارت پسندی کا الٹ ہے۔ اتنا پرکشش ثابت ہوا ہے۔ کہ ان لوگوں کی اولاد میں
بھی پھیل گیا ہے۔ جن کے آباؤ اجداد میں عورتوں کی خلوت نشینی یا علیحدگی کا رواج کبھی بھی نہ تھا۔[۲۱]

(باقی آئندہ)

حوالہ جات :— [۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ج ۱۵ ص ۹۰۹ مطبوعہ ۱۹۷۵ء [۲] ایضاً ج ۵ ص ۹۶۷
[۳] لینن آن ریلیجن مطبوعہ ماسکو ۱۹۶۶ ص ۶۸۔ [۴] ایضاً ص ۲۳-۲۴ [۵] ایضاً ص ۸ [۶] ایضاً ص ۴۱
[۷] ایضاً ص ۳۸ [۸] ایضاً ص ۲۰۔ [۹] ایضاً ص ۲۰ [۱۰] ایضاً ص ۱۲-۱۳۔ جی ہاں ٹالسٹائی جیسے عبقری کی سمجھ
میں سوشلزم کی لغویات کیسے آتیں۔ [۱۱] ایضاً ص ۶۰ [۱۲] اے شارٹ اکنامک ہسٹری آف یو۔ایس۔ایس آر مصنف
اے پوڈکولزن A. PODKOLZIN مطبوعہ پروگریس پبلشرز ماسکو ۱۹۶۸ء ص ۶۳

[۱۳] اے ہسٹری آف دی ورلڈ ان دی ٹوینٹیتھ سینچری مصنفہ واٹ ج ۱ ص ۳۴۲ پر ۱۹۲۵ء میں روس کی آبادی
اتنی دکھائی گئی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں تو اور بھی کم ہوگی۔ قصہ مختصر لینن کے انقلاب میں تقریباً ہر دسواں انسان مارا گیا۔

[۱۴] پوڈکولزن محولہ صدر ص ۹۹۔

[۱۵] شارٹ اکنامک ہسٹری آف یو۔ایس ایس آر ص ۱۱۰۔

[۱۶] اے شارٹ ہسٹری آف یو۔ایس ایس آر مطبوعہ پروگریس پبلشرز ماسکو ۱۹۶۵ء ج ۲ ص ۱۱۰

[۱۷] THE REVOLUTION BETRAYED by TROTSKY P-44

[۱۸] اے شارٹ ہسٹری آف یو۔ایس۔ایس۔آر مصنفہ پوڈکولزن ص ۸۰۔

[۱۹] "سات سمندر پار" مؤلفہ اختر ریاض الدین احمد ص ۹۴ مزید دیکھئے "سویٹ ایجوکیشن" مطبوعہ پیلکن انگلینڈ

[۲۰] اونلی ون ایر مؤلفہ سوتیلانہ ص ۳۶۲ مطبوعہ لندن۔

مزید سوتیلانہ لکھتی ہے کہ میں ڈانٹ سنکر کمرے سے باہر نکل آئی۔

[۲۱] "دی سویٹ یونین۔ ففٹی ایرز" ص ۸۶ (A SIGNET BOOK)

THE SOVIET UNION, FIFY YEARS.

از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کا خاندان

(ایک سرسری جائزہ، ایک اجمالی نظر)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہندستان کے ان عظیم الشان اکابر میں سے ہیں جن پر ارضِ ہند بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔ اس عظیم شخصیت کے فیوض و برکات ہند و سندھ میں تو تھے ہی، تمام عالم اسلامی اور دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک طرف باکمال محدث اور فقید المثال فقیہ تھے تو دوسری طرف ایک ماہر رموز تصوف محقق صوفی اور بلند پایہ مفکر و متکلم بھی تھے۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا جن میں مولانا نور اللہ بڈھانویؒ، خواجہ امین اللہ ولی اللّٰہی کشمیریؒ، شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس اور صاحب تصانیف کثیرہ الحاج نواب رفیع الدین خاں فاروقی مراد آبادیؒ جیسے حضرات بھی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک عبقری (پیدائشی باکمال) انسان تھے۔ ان کا آبائی سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور ان کی ننھیال کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متصل ہوتا ہے۔ ان کی ددھیال اور ننھیال میں بڑے بڑے پاکیزہ نفوس، اربابِ علم و عرفان اور اصحاب قلم و علم گذرے ہیں۔

یہ بات حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تقریباً تمام تذکرہ نویس لکھنا بھول گئے ہیں کہ وہ قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا شیخ محمد پھلتیؒ تھے جو ایک بلند مرتبہ صوفی اور درویش تھے۔ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ ان کی الفت آپ

صاحبزادی فخر النساءؒ حضرت شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔ شیخ محمد کے صاحبزادے شاہ عبید اللہ پھلتی، حضرت شاہ ولی اللہ کے حقیقی ماموں اور خسر تھے۔ ان کا مقام بھی مشائخ پھلت میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ بھی جامع کمالات بزرگ تھے انھوں نے اپنے بھائی شاہ ابوالرضا محمد اور خواجہ خرد کے علاوہ مشہور ماہر علوم عقلیہ میرزاہد ہرویؒ سے بھی اخذِ علوم کیا تھا۔ انھوں نے سلسلۂ آدمیہ مجددیہ میں حافظ سید عبداللہ اکبرآبادیؒ سے اور سلسلۂ ابو العلائیہ میں خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادیؒ سے نیز سلسلۂ چشتیہ میں سید عظمت اللہ چشتی اکبرآبادیؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے والد شیخ وجیہ الدینؒ بھی بڑے دیندار، پابند وضع، ذی علم اور شجاع شخص تھے۔ ددھیال اور ننھیال کے علمی اور روحانی ماحول نے حضرت شاہ ولی اللہ کی سیرت پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دس سال سے کم عمر تھی کہ حافظِ قرآن مجید ہوئے، اور اس کے بعد سولہ سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ فراغت کے بعد جبکہ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تو ان کی جگہ سترہ سال کی عمر میں مسند نشینِ علم و معرفت ہوئے، اور صدہا تشنگانِ علوم اور طالبانِ معرفت کو فیض یاب کیا۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ کو ترقی دی اور دہلی کے اندر کارِ تعلیم و تدریس کو فروغ دیا۔ اپنے والد کی وفات کے ۱۲-۱۳ سال کے بعد ۱۱۴۳ھ میں بغرض حج و زیارت و تحصیل علم حصولِ حدیث آپ حجاز مقدس چلے گئے۔ وہاں دو سال رہے اور شیخ ابوالطاہر مدنی کردیؒ وغیرہ جیسے مشہور و معروف محدثین سے اخذ فیض کیا۔ آپ کے اندر جو خداداد ذہانت اور ذکاوت تھی اس کو دیکھ کر وہاں کے اساتذۂ حدیث بہت خوش ہوئے، اور انھوں نے آپ کی طباعی کا بڑے اچھے الفاظ میں اظہار کیا۔

حجاز مقدس سے واپس آکر بھی حضرت شاہ صاحب درس دیتے رہے، لیکن اب آپ کی مشغولیت تصنیف و تالیف میں زیادہ ہوگئی۔ آپ کی تصانیف میں ازالۃ الخفاء اور حجۃ اللہ البالغہ وہ دو بہترین کتابیں ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ان کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں اور رسائل آپ نے تصنیف کیے۔ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے خصوصاً حدیث، تفسیر اور فقہ و تصوف میں ان کو بڑا درک حاصل تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تصوف میں جو کتابیں لکھیں ان میں ایک محققانہ شانِ اجتہاد جھلک رہی ہے۔ "توحید وجودی" اور "توحید شہودی" کے مسائل پر بھی آپ نے لکھا اور اس نزاع کو "نزاع لفظی" قرار دیا۔ تمام مشائخ طریقت سے حسنِ ظن پیدا کرنے کے لیے آپ نے اپنی تصنیفات میں پوری پوری کوشش فرمائی۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، قول الجمیل، ہمعات، ہوامع، تفہیمات الٰہیہ خیر کثیر، بدور بازغہ اور قرۃ العینین وغیرہ کتابیں آپ کی بلندیٔ استعداد اور بلند پایہ بصیرت پر شاہدِ عدل ہیں۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جس کا نام فتح الرحمٰن ہے وہ بھی اتنا معیاری ہے کہ جس کی نظیر فارسی زبان کے کسی ترجمہ میں نہیں ملتی۔ اس فارسی ترجمہ اور اس کے فوائد میں جو رموز اور مصالح ہیں ان کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر اور متعدد تراجم کا مطالعہ کیا ہو۔

آپ نے فوز الکبیر اصول تفسیر میں ایک رسالہ لکھا جو حجم و ضخامت کے لحاظ سے کم اور معانی کے لحاظ سے بہت جامع اور پُر مغز ہے۔ اس کا عربی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس رسالہ سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر قرآن کی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مغلیہ دور کے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی نے اپنے زمانے کے بعض بادشاہوں کو بھی دعوت نظامِ عدل دی ہے اور ان کے سامنے انتظامِ ملک و مال کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ آپ کے وہ خطوط جو اس وقت کی سیاست کے آئینہ دار ہیں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو عقلِ معاد کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش سے بھی کافی و وافی حصہ ملا تھا۔

آپ کے روحانی مسترشدین بھی کافی تعداد میں تھے جن میں حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کی حیثیت سب میں ممتاز ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلویؒ جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانا تھے۔ تصوف و معرفت میں آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ خلیفہ و مجاز تھے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ آپ کے تمام علوم ظاہری و باطنی

کے حامل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ذریعہ علومِ ولی اللّٰہی زیادہ سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئے۔

شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ماموں زاد بھائی بھی ہیں، برادر نسبتی بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں اور مرید و خلیفہ بھی —— وہ حجاز مقدس میں شاہ صاحب کے ساتھ حدیث کے درس میں بھی شریک رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کے مسودات کو جمع کیا اور بڑی لگن سے ان کی تبییض و ترتیب میں حصہ لیا۔ یہ کام انھوں نے شاہ صاحب کی حیات میں بھی کیا اور بعد کو بھی —— وہ خود بھی صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ سبیل الرشاد سلوک میں ان کا بہترین شاہکار ہے[1]۔

شاہ محمد عاشق نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکاتیب کے جمع کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ شروع میں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالرحمٰن، شاہ صاحب کے خطوط و مکاتیب جمع کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد خود شاہ محمد عاشق پھلتی نے اس کام کو بڑی محنت و جانفشانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس مجموعہ کے سیاسی مکتوبات احقر کے اُردو ترجمہ اور پروفیسر خلیق احمد نظامی سلمہٗ کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں —— بقیہ دو سو سے زائد علمی اور دینی مکتوبات احقر کے ترجمہ، مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز پنچکوئیاں روڈ نئی دہلی کے اہتمام سے عنقریب شائع ہونے والے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زندگی کے حالات پر کافی روشنی پڑے گی اور بہت سی ایسی معلومات سامنے آئیں گی جو ان خطوط کے علاوہ اُن کی تصنیفات میں کہیں نہیں ملتیں۔

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ ۱۱۷۶ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا وصال ہوا تو اس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اپنے والد ماجد سے بھی بہت کچھ پڑھ چکے تھے مگر حضرت شاہ محمد عاشق کی تربیت نے آپ کی علمی و روحانی استعداد میں جلا پیدا کی۔

---

[1] کتب خانہ قاضی شہر رامپور اور رضا لائبریری رامپور میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زوجۂ ثانیہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ پہلی زوجہ کے بطن سے شیخ محمد تھے جنھوں نے بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں وفات پائی اور بڈھانہ کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔

شاہ عبد العزیز صاحب کے تین حقیقی بھائی اور تھے جن کے اسمار مبارک یہ ہیں:

(۱) شاہ رفیع الدین عبد الوہاب (۲) شاہ عبد القادر (۳) شاہ عبد الغنی۔

یہ سب بھائی علمی استعداد اور ذہانت و ذکاوت نیز بلندیٔ اخلاق اور پابندیٔ شرع میں یگانۂ روزگار تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز نے مسند علم و عرفان پر بیٹھ کر اپنے والد ماجد کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ انھوں نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد چھوڑی۔ ان میں سے چند نمایاں شخصیتوں کے نام یہ ہیں:۔

اُن کے تینوں چھوٹے بھائی، دو برادرزادے یعنی شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ مخصوص اللہ نیز دو نواسے یعنی شاہ محمد اسحٰق فاروقی محدثؒ (مہاجر) اور مولانا محمد یعقوب فاروقی محدث (مہاجر) ان کے علاوہ شاہ غلام علی دہلویؒ، مولانا مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلویؒ، رشید الملت مولانا رشید الدین دہلویؒ، مولانا اکرم اللہ محدث دہلویؒ، مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوریؒ مولانا حسین احمد ملیح آبادیؒ وغیرہم ——— حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے اجازتِ حدیث پانے والوں میں منجملہ اور اکابر کے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ بھی ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدثؒ کی تصانیف اور رسائل بھی ان کی اعلیٰ و اکمل علمی استعداد کی اطلاع دینے والے ہیں۔ ان میں تحفۂ اثنا عشری اور تفسیر عزیزی کی تو نظیر نہیں ملتی۔ دیگر کتب بھی حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے مسوّدات اور خطوط انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو گئے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے ۸۰ سال کی طویل عمر پائی۔ زندگی کے آخری کئی سال ظاہری بصارت جاتی رہنے سے اور دیگر امراض کے غلبہ کی بنار پر آپ درس و تدریس سے معذور ہو گئے تھے اور آپ کے بھائیوں، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر نے مسندِ درس کو سنبھال لیا تھا۔ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پیدا کی ہوئی تعلیمی و تدریسی، تالیفی اور تصنیفی سرگرمیو

میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی تھے جو خود تو زیادہ مشہور نہیں ہوئے لیکن اپنے صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کی وجہ سے ان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ نے بھی دیگر تصانیف کے علاوہ اردو زبان میں قرآن کے ترجمے کیے جو شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں میں بڑی لطافتیں اور بہت سی خوبیاں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان ترجموں میں ہندی الفاظ کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ ان چاروں بھائیوں میں عمر کے لحاظ سے جو سب سے چھوٹا تھا اس نے سب سے پہلے انتقال کیا۔ اور سب سے بڑے نے سب سے آخر میں۔ درمیانی دو بھائیوں کا انتقال بھی اسی ترتیب سے ہوا یعنی شاہ عبدالقادر صاحب کا پہلے اور شاہ رفیع الدین صاحب کا بعد کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد ان کے نواسے شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ نے اپنے نانا کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ ہنگامۂ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ سے پندرہ سال پہلے ۱۲۵۸ھ میں وہ ہجرت فرما گئے تھے۔

ان کے باکمال تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ جن میں مفتی عبدالقیومؒ ابن مولانا عبدالحئی بوڈھانویؒ، شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ، صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خاں دہلویؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ۔ مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ، مولانا عالم علی نگینوی ثم مرادآبادیؒ اور مولانا نذیر حسین محدثؒ وغیرہم بھی شامل ہیں۔ ان میں مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددیؒ کا سلسلۂ فیض بہت وسیع ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے انہی سے خانقاہ شاہ غلام علی میں درس حدیث حاصل کیا تھا۔

سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، میرٹھ میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ، مرادآباد میں مولانا عالم علیؒ اور رامپور میں مولانا حسن شاہ محدثؒ بعدہٗ مولانا محمد شاہ محدثؒ نے درس حدیث کا سلسلہ تادیر جاری رکھا۔ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے دو باکمال شاگردوں یعنی راس الاذکیا، حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ کے ذریعہ تشنگان علم حدیث کو حوض ولی اللّٰہی سے بڑی سیرابی و شادابی حاصل ہوئی۔ ان حضرات کے ذریعہ ہندستان کے ہر ہر صوبے اور ہر ہر گوشے کے علاوہ بیرون ہند میں بھی فیض ولی اللّٰہی کا سلسلہ پھیلتا رہا۔ آخر دور میں ولی اللّٰہی علمی خاندان سے تعلق رکھنے والے حضرات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ، وقار المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلویؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمد محدثؒ وغیرہم نے عرب و عجم میں اپنی تصنیفی و تدریسی خدمات سے ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ کے افراد کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ ان کے تعلیمی مستفیدین کے علاوہ، روحانی مسترشدین کا حلقہ بھی آفاق گیر ہے، اور آج بھی دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ، مدرسہ شاہی مرادآباد کے علاوہ میرٹھ، مظفرنگر، گلاؤٹھی، خورجہ، سنبھل، علی گڑھ، نگینہ، بریلی، شاہجہانپور، مئوناتھ بھنجن مبارکپور، سرائے میر، بنارس نیز بہار و بنگال، گجرات، علاقہ حیدرآباد دکن، بھوپال، ٹونک، صوبہ مدراس اور پاکستان کے تمام تدریس حدیث کے ادارے اور اہل حق کی مشہور درسگاہیں سب سلسلۂ ولی اللّٰہی سے وابستہ و مربوط ہیں۔ اور بقول حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم برصغیر (ہند و پاکستان) میں اہل سنت و جماعت کا کوئی ایسا دینی و تعلیمی ادارہ اور تدریس قرآن و حدیث کا مدرسہ باوجود تفتیش و تلاش کے معلوم نہ ہو سکا جس کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ سے نہ ہو۔ (بشکریہ الفرقان لکھنؤ)

مولانا حافظ محمد نعیم صدیقی
دارالمصنفین اعظم گڑھ

کردار شکنی کا المیہ

اسلام کی اخلاقی تعلیمات یہاں اسلام کی تمام اخلاقی تعلیمات کا استقصا مقصود نہیں ہے۔ نہ اس مقالہ میں اس کی گنجائش ہی ہے۔ان اخلاقی تعلیمات کو اسلام نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حقوق، فضائل و رذائل اور آداب۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی لاتعداد اقسام ہیں۔ ہمیں اس وقت صرف ان بعض اخلاق فاضلہ اور اخلاقی رویہ سے بحث ہے جن کا فی زمانہ عموم و شیوع ہے اور جن کا فقدان باوجود بیسویں صدی کے سماج بالخصوص مسلم معاشرہ کا ایک عظیم المیہ ہے۔

سورۂ فرقان میں خدا کے اچھے بندوں کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:۔

(۱) وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔	خدا کے وہ بندے جو زمین میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور جاہل جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔
(۲) والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قوامًا۔	اور جب وہ خرچ کریں تو نہ تو فضول خرچی کریں اور نہ تنگی کریں۔اور دونوں کے بیچ کی راہ ہو۔
(۳) ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔	اور جو ناحق کسی بے گناہ کی جان نہیں لیتے اور نہ بدکاری کرتے ہیں۔
(۴) والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا کرامًا۔	اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ بیہودہ مشغلہ کے پاس سے گذریں تو شریفانہ وضع سے گذر جائیں۔

یہ تمام آیتیں سورہ فرقان کے صرف آخری چھوٹے سے رکوع سے ماخوذ ہیں۔ اور ان میں ساتھ اخلاقی محاسن یکجا کر دیے گئے ہیں یعنی عاجزی و فروتنی، بردباری، اعتدال و توسط، رحمدلی، عفت، صدق

اور متانت و سنجیدگی۔ اسی طرح پورا کلام پاک اخلاقی تعلیمات سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ ذکر کیا گیا ذیل میں صرف ان چند محاسن و رذائل اخلاق کا ایک آئینہ پیش کیا جاتا ہے جن کا فقدان ہی موجودہ سوسائٹی کا بہتا ہوا ناسور ہے۔ ہر شخص کو اس آئینہ میں اپنا عکس دیکھکر احتساب نفس اور اصلاح کی فکر کرنا چاہیے۔

راست گفتاری

اخلاقیات میں راست گوئی کی صفت کو سب سے اہم درجہ حاصل ہے۔ آج جبکہ اخلاقی انحطاط کا بازار گرم ہے، تمام دنیا میں جھوٹ، فریب اور ریا کاری کا دور دورہ ہے، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بنے، اپنے اللہ کو راضی کرنے اور اپنی گذشتہ عظمت کو قائم کرنے کے لیے راست گفتاری کو اپنا شعار بنائیں۔ انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اُس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔ جو سچا نہیں اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے۔ اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔

آج راست بازی کے معنی عام طور پر صرف سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر درحقیقت اس لفظ کا مفہوم وسیع ہے۔ صدق کے مظاہر میں زبان و دل کی ہم آہنگی، قول و عمل کی مطابقت، ظاہر و باطن کی ہم رنگی اور عقیدہ و عمل کی ہم عنانی سب شامل ہے۔ کیسے ہی خطرات کا سامنا اور شدائد کا اندیشہ ہو، قدم جادۂ حق سے نہ ڈگمگائے۔ ذاتی نفع نقصان کا لحاظ کیے بغیر قلب کی سچائی کے ساتھ حق بات کہنا اور حق پر عمل کرنا ایک مومن کامل کی شان ہے۔ اظہار حق میں کبھی پس و پیش نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے انسان کے اندر جرأت و استقامت کی صفات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یاایھاالذین امنوا اتقو اللہ و قولوا قولاً سدیداً (احزاب ع ۸)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راست گوئی و صداقت شعاری اختیار کرو۔

اللہ جل شانہٗ نے صدق کو ایمان و اسلام اور اس کے مقابل کذب کو نفاق و کفر کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا

لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء (احزاب ع)	تاکہ اللہ سچّوں کو اُن کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو سزا دے اگر چاہے۔

حافظ منذری نے "الترغیب والترہیب" میں کئی صحابیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مومن میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہو سکتی ہے یطبع المؤمن علی الخلال کلہا الا الخیانۃ والکذب (مسند احمد) کیونکہ یہ جوہر ایمان کے منافی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا "کسی بندہ کا ایمان پیدا نہیں ہوگا جب تک وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں بھی۔ اگرچہ وہ حق ہی پر کیوں نہ ہو" (باب الترغیب فی الصدق)

زبان کے ساتھ ساتھ صدق کا تعلق دل سے بھی ہے۔ اگر حق گوئی میں زبان کے ساتھ دل بھی ہم آہنگ ہو تو اسی کا دوسرا نام اخلاص ہے۔ اور اگر انسان زبان سے سچ بات کا اظہار کرے لیکن دل کی تہ میں چور چھپا ہو تو اسی کو نفاق کہا جاتا ہے۔ آج انسان اپنی چشم بینا کے سامنے بعض ناگوار حقائق کو دیکھتا ہے۔ دل میں اس کے خلاف نفرت کا ایک الاؤ ابل رہا ہوتا ہے۔ لیکن اپنے جسمانی وجود کی راحت، ذاتی منفعت اور دنیا طلبی کی خاطر اپنے ضمیر کی خلش کے علی الرغم ظاہر میں اس حقیقت کی حمایت کرتا ہے۔ یہ بھی نفاق کی قسم ہے۔ منافقین حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کی رسالت کا زبانی اقرار کرتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ اقرار ان کے ضمیر کے خلاف تھا اس لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا

واللہ یشہد ان المنافقین لکذبون (المنافقون ع۱) — اور اللہ جانتے دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

یعنی ان کے دل میں کچھ رہتا ہے اور زبان پر کچھ۔ معلوم ہوا کہ صدق زبان سے دل کی صحیح ترجمانی کا نام ہے۔ اسی طرح اگر کسی عمل کی دلی غرض کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے۔ تو وہ بھی جھوٹ کی تعریف میں داخل ہے۔ ترمذی نے کتاب الزہد باب الریا والسمعہ میں حضرت ابو ہریرہ سے حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے دن خدا کے حضور میں ایک عالم، ایک شہید اور ایک دولت مند پیش کیے جائیں گے۔ وہاں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا توشۂ آخرت ہمراہ لائے تو ہر ایک اپنے علم، دولت اور جانبازی کے کارنامے بیان کرے گا اور کہے گا کہ ہم نے یہ سب کچھ تیری رضا ہی کے لیے کیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہوگا تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمہارا مقصد عالم، سخی اور شہید کہلانا تھا (یعنی تم نے یہ سب ناموری اور دنیا میں بڑا بننے کے لیے کیا تھا) سو دنیا میں تمہارا یہ مقصد پورا ہو چکا۔ اب کندۂ جہنم بنائے جاؤ گے" اس حدیث کو امام مسلم نے بھی اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے۔

عمل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام ضمیر کے مطابق ہو۔ (ضمیر کی تعریف اور اس کی آواز کے بارے میں ہم آئندہ تفصیل سے لکھیں گے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے صدق عمل کے مختلف مدارج تحریر فرمائے ہیں ان میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کی زبان کا ہر حرف، دل کا ہر ارادہ اور عمل کی ہر جنبش حق و صداقت کا پورا مظہر ہو جائے۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو صدیق کہا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ دل سے مانتے ہیں، عمل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اس کا برملا اقرار اور یقین کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں (سیرت النبی حصہ ۶ ۳۱) اور جو لوگ علم وعمل کے اس درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں ان کو شریعت کی زبان میں "صدیق" کہتے ہیں۔ جو نبوت کے بعد انسانیت کا سب سے اونچا مرتبہ کمال ہے۔

راست بازی کے مفہوم کی مذکورہ بالا وسعتوں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آج کا وہ صحافی جو روزانہ بے بنیاد خبریں شائع کرتا ہے۔ وہ سیاستدان جو عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اُن کے سامنے مسائل و معاملات کی غلط اور الٹی تصویریں پیش کرتا ہے، وہ سیاسی حاشیہ نشیں جو ایمان و ضمیر کا سودا کر کے باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے اپنے قلم و زبان کی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے۔ وہ مفاد پرست طبقہ جو حقیر متاع دنیا کی خاطر اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ وہ صاحب علم اور اہل قلم جو زہر کو زہر کہنے کی جرات اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یہ سب ایک عظیم ترین گناہ کے مرتکب اور سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

خودداری اور عزت نفس یہ وہ اخلاقی وصف ہے جس سے انسان اپنی عزت، اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت کی حفاظت کرتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے تمام حالات میں انسان کو اپنی حیثیت اور عزت کے محفوظ رکھنے کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں یہ وصف نہ ہوگا اس میں نہ نظر کی وسعت ہوگی نہ خیال کی رفعت، نہ اخلاق کی بلندی اور نہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت ہوگی۔

یہ عزت اور وقار سب سے پہلے تو خدائے عزوجل کی بلند و برتر ذات کے لیے سزاوار ہے۔ جو تمام عزتوں کا منبع و مرکز ہے۔ اور اس کے وسیلہ سے انسان کو جو عزت حاصل ہوتی ہے وہی سچی عزت ہے۔

منافقوں کو خطاب کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ (منافقون۔ ع ۱)	اور عزت تو اللہ کے لیے ہے، اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے

اس آیت نے مسلمانوں کو ایمان کی وہ عزت بخشی ہے جو کبھی چھینی نہ جا سکے گی۔ اس لیے ہر مسلمان کا سر ہر باطل کے سامنے اونچا رہنا چاہیے۔ اور اس کو اپنی دینی خودداری کو ہر وقت محسوس کرنا چاہیے۔ اور اس لیے اس کو بہترین اخلاق کا نمونہ بن کر سامنے آنا چاہیے۔ تعلیم محمدی کے اثر سے صحابہ کرام کے دل اس صحیح خودداری کے احساس سے ہمیشہ معمور رہتے تھے۔ چنانچہ جب وہ قیصر و کسریٰ کے مقابلہ میں صف آرا تھے تو ان کی اسلامی خودداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی مسلمان اُس وقت کی دنیا کے ان سب سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بے دھڑک گھستا چلا جاتا تھا۔ اور پوری دلیری، جرأت اور آزادی کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ مسلمان جب تک اپنے اس اسلامی شعار پر قائم رہے۔ ان کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کی ساری دنیا معترف رہی۔

بعض لوگ غلط فہمی کے باعث خودداری کے استعمال و اظہار کو کبر و غرور میں شمار کرنے لگتے ہیں۔ علامہ شہاب الدین آلوسی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں شیخ ابوحفص سہروردی کا یہ قول نقل کیا ہے :-

العزة غیر الکبر لأن العزة معرفة الإنسان بحقیقة نفسه واکرامها من أن لا یضعها لأقسام عاجلة دنیویة کما أن الکبر جهل الانسان بنفسه وانزالها فوق منزلتها فالعزة ضد الذلة کما أن الکبر ضد التواضع

(روح المعانی ۲۸/۱۰۲)

عزت نفس (خودداری) غرور سے الگ چیز ہے کیوں کہ خودداری میں اپنی ذات کی حیثیت کو جاننے اور اس کو اس سے بالاتر رکھنے اور بچانے کا نام ہے کہ وہ دنیا کی فانی چیزوں کے لیے پستی میں نہ اتر جائے اور غرور اپنی ذات کی اصلی حیثیت کو فراموش کر جانے اور اس کو اس کی جگہ سے بلند کرنے کو کہتے ہیں پس عزت نفس و خودداری "ذلت" کی ضد ہے جس طرح کہ غرور و تکبر تواضع و خاکساری کی ضد ہے۔

امام فخرالدین رازی نے معمولی تغیر کے ساتھ اس قول کو نقل کرنے کے بعد مزید لکھا ہے :-

فلا یحل للمؤمن أن یذل نفسه ...... العزة تشبه الکبر من حیث الصورة ویختلف من حیث

کسی مومن کے لیے اپنی ذات کو گرانا جائز نہیں ہے ...... خودداری ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے تو کبر و غرور کے مشابہ ہے لیکن

الحقيقة كاشتباه التواضع بالضعة والتواضع محمود ولكن الضعة مذمومة كذلك الكبر مذموم والعزة محمودة
(تفسیر کبیر ۲۹۰/۲)

اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے اس سے بالکل مختلف ہے جس طرح تواضع و انکسار ظاہر کرنے میں خود کو گرانا اور پست کرنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ تواضع کی صفت قابل ستائش ہے اور خودی کو پست کرنا قابل مذمت چیز ہے اس طرح غرور و تکبر قابل مذمت اور خودداری قابل تعریف وصف ہے۔

استاذ الاساتذہ علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت جلد ششم میں لکھا ہے کہ "یہ خودداری عین شرافت ہے۔ جس میں یہ وصف نہیں لوگوں کی آنکھوں میں اس کا وقار نہیں۔ اسلام میں صفائی ستھرائی کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ گندگی کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں حقیر نہ معلوم ہو۔ ایک شخص حضور اکرم کی خدمت میں نہایت کم حیثیت کپڑے پہن کر آیا۔ فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ اس نے کہا اونٹ، بکری، گھوڑے، غلام سب کچھ ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جب خدا نے تم کو مال دیا ہے تو خدا کے فضل و احسان کا اثر تمہارے جسم سے بھی ظاہر ہونا چاہیے۔ (سیرت ۶/۵۴۰)

فقر و فاقہ کی حالت یا حرص و طمع کے موقع پر انسان سے جو خودداری ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شریعت کی اصطلاح میں تعفف اور استعفاف ہے اور قرآن نے اصحاب صفہ کے اس وصف سے متصف ہونے کا ذکر نہایت ستائش انداز میں کیا ہے۔

للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضربا في الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الحافا
(البقرہ ع ۳۷)

(صدقہ تو ان) حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں محصور (یعنی گھر سے بیٹھے) بیٹھے ہیں۔ ملک میں کسی طرف کو جا نہیں سکتے ناواقف لوگ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتے ہیں تم ان کو ان کی صورت سے پہچان لوگے۔ (کہ وہ ضرورتمند ہیں) وہ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

سوال یعنی مانگنے کی سب سے مبتذل صورت گداگری ہے۔ اور اسلام نے اس کی نہایت شدت سے ممانعت کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ہمیشہ بھیک مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔ یہ اس کی اس حالت کی تمثیل ہوگی کہ دنیا میں اس نے اپنی خودداری کو قائم نہیں رکھا اور اپنی عزت و آبرو گنوا دی۔

اسی طرح تنگدستی کی حالت میں دوسروں سے اعانت کی درخواست کرتے پھرنا بھی خودداری یا کم از کم کمال خودداری کے منافی ہے۔ جو ایک ایمانی صفت اور ایمان کا تقاضا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے خداداد نعمتِ ایمان وہ عزت و دولت ہے۔ جس کے مقابلہ میں ساری نعمتیں اور دولتیں ہیچ ہیں۔ مومن حقیقی خدا کے سوا کسی کی طرف رخ نہیں کرتا۔ وہ کسی کے سامنے نہیں جھکتا وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنا پایہ ساری دنیا سے بلند سمجھتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے کہ عزت و ذلت صرف خدا کے ہاتھ ہے اس خودداری کو قائم رکھنا اسلام کی عزت و سربلندی کو قائم رکھنا ہے۔ اور اس فیض تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آج بھی جب ہم کسی مسلمان کو پست کردار دیکھتے ہیں تو یہ کہکر اس کی اسلامی خودداری کو بیدار کرتے ہیں کہ "مسلمان ہو کر ایسا کرتے ہو" یعنی اسلام کی نعمت سے بہرہ ور شخص ایسی دناءت اور پستی کا کام کس طرح کر سکتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انسان کے اپنے مقام سے گرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا رشتہ خالق کائنات سے کٹ جاتا ہے۔ یہ خود فراموشی کی لعنت لازمی نتیجہ ہوتی ہے خدا فراموشی کا جیسا کچھ قرآن میں یہ حقیقت نہایت واضح الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم	اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنھوں نے خدا کو فراموش کر دیا۔
(الحشر ۳)	تو اللہ نے انھیں خود فراموشی میں مبتلا کر دیا۔

(باقی)
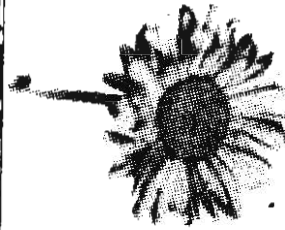
گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعی پردہ کی حقیقت

اور

بے پردگی کے مہلک اثرات

افادات : حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب : مولانا محمد اقبال قریشی صاحب ہارون آبادی

احادیث

(۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزینہ کی زیب وزینت کے لباس میں مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے سے روکو کیونکہ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک اُن کی عورتوں نے زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنا اختیار نہیں کیا" اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۴) حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق حکم دریافت کیا حکم دیا کہ (فوراً) نظر کو اُٹھا لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

پردہ کے مخالف لوگ

اس وقت جو لوگ پردے کے مخالف ہیں اور اس رسم کو مٹانا چاہتے ہیں وہ سب اسی قسم کے لوگ ہیں جن کی لیاقت کی حالت یہ ہے کہ محض انگریزی پڑھ کر یا قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر یا برائے نام عربی ادب کی چند کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعوےٰ کرنے لگتے ہیں۔ سو یہ کسی شمار میں بھی نہیں اور حالات کے بدلنے سے رائے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا جاتا ہے کہ اگر قید پائی جاوے تو یہ حکم اور نہ پائی جاوے تو دوسرا حکم۔ اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم سے اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں خوب سمجھ لو۔

”عورت کا مساجد اور عیدگاہ میں نہ جانا رسول اللہ صلعم کے مزاج کے مطابق ہے۔“

چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں کے لیے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور حضرات صحابہؓ کے زمانہ میں اس کی ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے کہ جس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ:

”اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرما لیتے جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو مساجد و عیدگاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔“ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عورت کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھر پر
نماز پڑھنے کو ہی پسند فرمایا ہے۔

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لیے اس کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی کہ وہ نماز کے لیے مسجدوں میں نہ جایا کریں۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے اس کو طبرانی نے

روایت کیا ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پہ اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی کا غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ وفساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پہ حالت بدل گئی جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاصا دخل تھا۔ اس قاعدہ پہ فقہاء متاخرین کا یہ فتوےٰ مبنی ہے جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے۔

جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے۔

بے پردگی کے چند مہلک اثرات

(۱) بے پردگی میں اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ اس حالت میں ان کو دیکھ کر اجنبی مردوں کے دل میں شیطانی وسوسے نہ آویں گے جن کا انسداد اب کامل پردہ سے ہو رہا ہے۔

(۲) بے پردگی میں اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب پردہ نہ رہا اور باہر بھی مردوں سے اختلاط ہونے لگا تو پھر بغیر اذن شوہر کے کسی وقت کو گھر میں نہ آنے دیں گی۔

(۳) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ناگہانی نظر پڑنے کے بعد فوراً نظر کو ہٹا دیا جاوے گا اور کامل پردہ میں تو دوبارہ نظر کا قصد ہی نہیں ہوتا۔

(۴) اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ جب دل کھل گیا تو وہ قصداً کسی اجنبی کو نہ دیکھیں گی اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ ان کو کوئی اجنبی نہ دیکھے گا۔

(۵) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا اور بے پردگی سے مردوں میں خلط ملط ہو جائے گا۔ مرد عورتوں کے درمیان چلنے لگیں۔

اس کا کیا انتظام ہو سکے گا کہ شوہر جب عورت کو ان حدود سے ذرا نکلتے دیکھے گا تو بالالتزام وبالدوام اس کو زجر کیا کرے گا ورنہ دیوث کی وعید میں داخل ہو گا۔ جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ حضرت عمار بن یاسر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے دیوث اور مردانی شکل بنانے والی عورتیں اور ہمیشہ شراب پینے والا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا جس کو اس کی پرواہ نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے اور کون جاتا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

"بے پردگی کا اعتراض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر آتا ہے"

ہم نے مانا کہ تمہارا (یعنی عورتوں) کا دل پاک ہے لیکن تم کو دوسرے کی خبر اگر کہو کہ دوسرا بھی پاک ہے تو تو بہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تم نے ظالم قرار دیا کہ باوجودیکہ نابینا تھے (مراد حضرت مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھر تشریف لائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو پردہ کرنے کا حکم دیا تھا) پھر بھی اُس سے پردہ کا حکم دیا۔ اگر یہ پاک صاف ہوتے تو حق تعالےٰ ضرور ان کا نام لکھ دیتے کہ فلاں شخص پاک ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالےٰ کو سب خبر ہے کہ کون پاک ہے اور کون نہیں۔ انبیاء سے زیادہ تو کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ یوسف علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتا ہوں۔ نفس تو بری بات کا حکم کرنے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحمت فرمادے کہ وہ مُستثنیٰ ہے۔ اب بتلایئے کہ کس کا مُنہ ہے کہ جو کہے میرا نفس پاک ہے مجھ کو برا وسوسہ نہیں آتا۔ اگر ایسا اتفاق ہوتا ہے تو وہ عارضی حالت۔ سخت افسوس ہے حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ کو اتنے بڑے پاک صحابی کے سامنے جو کہ اندھے تھے آنے کی اجازت نہ ہو۔ اور آج عورتوں کو دولہا نامحرم کو دیکھنا جائز ہو جائے اور کوئی عورت یوں نہیں کہہ سکتی کہ ہمارے دل میں تو بُرائی نہیں ہے۔ ہم تو بُرے جی سے نہیں دیکھتے تو کیا تم کہہ سکتی ہو کہ حضرت عائشہؓ کے دل میں نعوذ باللہ بُرائی تھی۔ اگر کہو کہ کوئی مصلحت ہوگی جس کی وجہ سے پردہ کا حکم فرمایا پس وہی مصلحت یہاں بھی ہے (مراد آج کل کا زمانہ ہے کیونکہ حضرت صحابہ کے دور میں تو پھر بھی نفوس میں حیا کا زیادہ غلبہ تھا اور آجکل تو وہ بھی مفقود ہے)۔

"مکمل پردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی تھا"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی ہیں کہ جب ایک عورت نے پردہ کے پیچھے ایک خط دینے کو رسول اللہ صلعم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے اس میں عورتوں کا خود رسول اللہؐ سے پردہ گہرے درجہ کا کرنا مذکور ہے۔

(۲) ابو سائب ابو سعید خدری سے ایک نوجوان (صحابی) کے قصہ میں جس کی شادی کو کچھ دن گزرے تھے روایت کرتے ہیں کہ وہ نوجوان حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر گیا تو اس کی بیوی دروازے پر کواڑوں کے بیچ میں کھڑی ہوئی تھی نوجوان نے اپنا تیر اس کی طرف کیا تاکہ اس پر حملہ کرے اور جوشِ غیرت سے بے تاب ہو گیا

(الحدیث۔ اس کو مسلم نے روایت کیا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اس زمانے کے لوگوں کی طبیعتوں میں ایسی جمی ہوئی تھی کہ نوجوان صحابی دروازہ پر اپنی بیوی کو کھڑا دیکھ طیش سے بے تاب ہو گئے۔

پردہ کے فوائد

(۱) کامل پردے سے شیطان کا زور نہیں چلتا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

(۲) یہ سب پردے کی بدولت ہے کہ تعلقات اور بدنگاہی کے امراض سے بیشتر عورتیں پاک ہیں جس کی آج کل بیخ کنی کی جارہی ہے اور جب باوجود ایسے پردہ قرینطنہ کے بھی بعض عورتیں نہیں چوکتی گو اس قدر فتنہ میں مبتلا نہیں ہیں جس قدر کہ مرد ہیں۔ لیکن ان میں بھی کچھ کچھ خرابی ہے ہی چنانچہ مردوں کو یہ ضرور جھانکتی تاکتی ہیں اور نیز مردوں کو ایسے موقعے بھی دے دیتے ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں تو پردہ نہ رہنے میں کیا حشر ہوگا۔

"اللہ تعالےٰ کی لعنت سے بچنے کے لیے پردے کا حکم"

حدیث میں آیا ہے کہ:-

"لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ" کہ اللہ تعالےٰ نے لعنت کی ہے دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا ہے اس پر۔ یعنی جبکہ منظور الیہ دیکھنے سے راضی ہو یا خود دکھا دے اور یہ وعید تو صرف دیکھنے دکھانے پر ہے اور اگر بولنا چالنا بھی ہو تو وہ بہت ہی غضب اور جوکشش کی بات ہے اور اگر اس سے بھی آگے نوبت پہنچ گئی ہو تو پھر اس کے لیے جہنم تیار ہے۔ اسی واسطے حق تعالےٰ نے دور سے اس کی روک تھام کی ہے۔ چنانچہ مردوں کو تو یہ حکم فرمایا کہ آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور عورتوں کے لیے بھی حکم فرمایا اور اس پر اضافہ فرمایا " ولا یبدین زینتھن ، یعنی بناؤ سنگار کا موقع ظاہر نہ کریں۔

صحابہؓ کے بعد پردے کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ | جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی

بیبیوں اور رشتہ داروں کو برقع اوڑھا کر اپنے ساتھ لیے پھرتے ہوں اور ان کے مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور ان سے لیکچر دلاتے اور تقریریں کراتے اور دوست آشناؤں سے بھی ملاقاتیں کراتے ہیں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اوسطہا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے موافق ان پر ظلم کرتے۔ دیکھو جہاد سے واپسی میں ایک واقعہ افک پیش آیا ہے اس میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ حضرت عائشہ تھیں۔ مگر برقعہ پہنے ہوئے اور آزادانہ تھیں بلکہ محمل میں تھیں (جس تصریح بخاری شریف کہ محمل کو چند آدمی اونٹ پر رکھ دیتے تھے اور اُتارنے کے وقت اُتار لیتے تھے اور حضرت صدیقہؓ اسی میں رہتی محمل ہمارے زمانے کی مروّجہ ڈولی کے مانند تھی۔

پردہ کے قانون کو مت بدلو

صاحبو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں۔ شراب بھی پیتے رہتے ہیں۔ سو اگر تم کو جرائم کا شوق ہے تو شوق سے کرو مگر خدا کے۔ لیے قانون الہیٰ کو نہ بدلو اور جرائم کو خدا تعالےٰ کے قانون میں داخل نہ کرو۔ بلکہ جرم کو جرم سمجھو اپنے کو گناہ گار سمجھو۔ دوسروں کو بد دینی کی دعوت نہ دو ایسا کرنے سے تو مسلمان رہ سکتے ہو اور قانون الہیٰ کی تحریف کر کے جرائم کو قانون خداوندی میں داخل کر کے خدا کو نعوذ باللہ جاہل سمجھ کر دوسروں کو خدا کے دین سے روک کر تم مسلمان نہیں رہ سکتے۔

شاداب
جیسے گلاب
موسم گرما میں جب آگ برسنے لگتی ہے تو
دفتروں اور کارخانوں میں مرد، گھروں
میں عورتیں اور اسکولوں میں ننھے منّے بچے اپنے
کاموں سے تھک کر نڈھال ہو جاتے ہیں
ایسے میں ڈامنزے بھرپور، خوش ذائقہ نورس کا
ایک گلاس کھوئی ہوئی توانائی واپس لاتا
ہے اور چہرے کو گلاب کیطرح شاداب کر دیتا ہے۔
پھلوں۔ پھولوں اور مفردات
کے عرق کا مرکب
ہر قطرہ لذت اور فرحت
سے بھرپور۔
نورس
مشروب وقت
ORIENT

وحید الرحمٰن شاہ بی۔ اے آنرز۔ ایم۔ اے
صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج پشاور

ایک تحقیقی مقالہ
سرحد کے مشاہیر علماء و مشائخ

فخرِ کشمیر
حاجی محمد امین مرحوم
کی
حیات پر ایک نظر

قسط ۔۲

آپ جب مع اپنے غازی لشکر کے مقام ہجیرہ پہنچ گئے تو وہاں آزاد فوج کے کرنل کمال خاں صاحب نے حاجی صاحب کو پونچھ محاذ کی تقسیم بتادی کہ یہ محاذ مندرجہ ذیل چار علاقوں پر منقسم ہے :۔

(۱) سوتونی (۲) باغ (۳) منڈر (۴) حویلی

کمال خان نے حاجی صاحب کو بتایا کہ تحصیل منڈر میں دشمن کی دس ہزار فوج موجود ہے۔ اور دشمن کی فوج ۔ کمک ، دغیرہ ، پونچھ ، اوڑی اور سری نگر کے مقامات کو اسی راستہ (منڈر) میں سے ہو کر جاتی ہے ۔ یہاں کے مسلمان لوٹ مار سے تنگ آچکے ہیں۔ یہاں پر مسلمانوں کی ۸۰ فیصد آبادی ہے۔ ان کی مساجد اور گھر جلائے گئے ہیں ۔ ان کو مارا پیٹا اور اغوا کیا گیا ہے ۔ قتل و غارت کا میدان گرم ہے ۔ کمال صاحب نے مزید بتایا کہ اُس نے یہاں کے مسلمان لیڈروں اور امیروں کو کئی مرتبہ جہاد کے لیے کہا لیکن وہ جہاد کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ وہ (حاجی صاحب) اگر مسلمانوں کی مدد کے لیے چلے جائیں تو اچھا ہوگا ۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ انہیں کوئی انکار نہیں ہے ۔ اُن کا بھی یہی نصب العین اور مقصد ہے ۔ وہ تو مسلمانوں کی مدد کے لیے بغرضِ جہاد آئے ہیں ۔ وہ تو اسلام کی خاطر ہر وقت خون بہانے کے لیے تیار ہیں ۔ اس وقت حاجی صاحب کے لشکر نے راولپنڈی کے سیالی کیمپ سے پتیا ، پلندری ، تراڑکھل ، ہجیرہ ، دریائے پونچھ سے دو دن کی مسافت کے مطابق آگے پیش قدمی کی تھی ۔

تحصیل منڈر پر مجاہدین کا حملہ

حاجی صاحب نے اپنے چار سو ساٹھ غازیوں کے ساتھ کشتیوں کے ذریعے دریا کو عبور کر کے ایک شب و روز پیدل سفر کیا اور دوسری رات بارہ بجے (شب) اپنے لشکر سمیت منڈر پہنچ گئے ۔

راستے دکھانے کی خاطر آزاد کشمیر کا ایک سپاہی چلا گیا ۔ لیکن وہ بھی کہیں راستہ میں رہ گیا ۔
غازی لشکر کے پہنچنے سے قبل تحصیل منڈر میں متعین دس ہزار فوج بھاگ نکلی تھی ۔ تحصیل منڈر بغیر کسی لڑائی کے مجاہدین کے ہاتھ آئی ۔ دفاتر وغیرہ پر جماعت ناجیہ کا قبضہ ہُوا ۔ تمام مجاہدین انگشت بدندان رہ گئے کہ ان کے آنے سے پہلے کافر فوج دم دبا کر بھاگ نکلی ۔ بعد میں وہاں کے مُسلمانوں نے حاجی صاحب کے پاس حاضر ہو کر بتایا کہ اُن کے آنے سے پہلے یہ افواہ پھیل گئی کہ حاجی صاحب بارہ ہزار غازی لشکر کے ساتھ آرہے ہیں ۔ لہٰذا بھاگنا چاہیئے کیونکہ حاجی صاحب اس وقت تک قرار سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک منڈر کو فتح نہ کیا جائے تو کافروں نے ان افواہوں کو سُنکر تحصیل منڈر خالی کر دی تھی ۔
آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ سٹین گن ، بریں گن اور بندوقوں سے مسلّح ہو کر پہرہ دیا کریں ۔ اذان دے دیں تاکہ نمازِ عشار باجماعت پڑھیں اور خداوند عالم کا شکریہ ادا کریں ۔ دُوسرے دن صُبح سویرے آپ نے حُکم دیا کہ مجاہدین پہاڑوں پر چڑھ کر جگہ جگہ مناسب مقامات پر چوکیاں قائم کریں ۔ چنانچہ حسب ارشاد چار چار میل کے فاصلے پر اردگرد چوکیاں مقرّر کی گئیں ۔ اس کے ایک ہفتہ کے بعد آزاد کشمیر فوج پہنچ گئی ۔
آپ کی برکت سے ستر ہزار مہاجرین جو آبائی وطن چھوڑ کر ہجرت اختیار کر گئے تھے ایک ماہ کے اندر اندر پھر واپس آ گئے ۔
حاجی صاحب نے یہاں ڈھائی ماہ گزارنے کے بعد واپس المجاہد آباد تشریف لائے ۔ وہ عظیم الشان آباد ، زرخیز فتح شُدہ علاقہ منڈر کا دریا تک کافروں نے واپس لے لیا وہاں مقرر شدہ بے ہمت سپاہی واپس بھاگ نکلے ۔

پُونچھ محاذ پر جماعت ناجیہ کے شرعی فیصلے

جب تحصیل منڈر فتح ہوا تو یہاں کی حکومت تھانہ تحصیل دفاتر وغیرہ کا نظام مکمل طور پر بگڑا ہُوا تھا ۔ بہت سے علاقہ آزاد کشمیر کی حکومت کی تحویل میں آ گئے ۔ تمام سول اور فوجی حکام جماعت ناجیہ سے مطمئن تھے ۔ اس لیے حکومت آزاد کشمیر نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ جماعت یہاں کے مقدمات وغیرہ شریعت کے اصولوں کے مطابق فیصل کریں ۔ حاجی صاحب نے حکومت آزاد کشمیر کی یہ درخواست قبول کر لی اور ان کی امارت میں ثقات حضرات کا

مندرجہ ذیل عملہ مقرر ہوا۔[1]

(۱) مولانا سر بلند خان صاحب ساکن صوابی نائب امیر المجاہدین۔

(۲) جناب عتیق الرحمن باچہ صاحب ساکن درہ۔

(۳) مولانا حبیب الرحمن صاحب فاضل دیوبند ساکن رستم، سالار نشر و اشاعت و ریکارڈ۔

(۴) مولانا محمد اعظم صاحب مانیری پایاں صوابی اسلحہ تیار کریں گے۔

(۵) ناظم اعلےٰ مولانا عبد الحلیم صاحب عمرزئی کو بھیجیں گے۔ اور وہ تمام شعبہ جات کا ریکارڈ محفوظ رکھیں گے۔

(۶) سالار اعظم حبیب شاہ صاحب برائے گرفتاری مانہ سان۔

(۷) نائب سالار اعظم پیر سید بادشاہ صاحب اپنے مجاہدین کی معرفت کام کریں گے۔

(۸) شیخ اخون خان داروغہ جیل خانہ جات۔

مندرجہ بالا عملہ نے ۹ رجولائی ۱۹۴۸ء (۲ ر رمضان ۱۳۶۷ھ) کو باقاعدہ کام شروع کیا۔ ان حضرات کے فیصلوں سے کرنل کمال خان صاحب، سردار فتح محمد خان صاحب اور باشندگان پوری طور سے مطمئن رہے۔

حاجی صاحب سے کرنل کمال خان کی ملاقات

تحصیل منڈر کی فتح کے بعد کرنل صاحب مع اپنی فوج کے آپ کی ملاقات کے لیے آئے۔ آپ نے حاجی صاحب سے عرض کی کہ آپ نے (کمال خان) اپنی زندگی کا اکثر حصہ یورپ میں گزارا ہے جس کی وجہ سے وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں رہ سکا۔ لیکن یہاں سچے مسلمانوں کی روحانی طاقت سے نہایت متاثر ہوا ہوں جنہوں نے تحصیل منڈر جیسے سخت محاذ کو آسانی سے فتح کیا۔ لہٰذا وہ بھی آئندہ کے لیے صوم و صلوٰۃ کا پابند رہے گا۔ کرنل صاحب اسی وقت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور داڑھی رکھ لی۔ کرنل صاحب کمال خاں نے بتایا کہ اصحاب کرام کو جس طرح غیبی امداد ملتی تھی وہ آج اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔

چونکہ ماہ رمضان تھا اور عید الفطر بھی قریب تھی اور دوسری طرف منڈر میں آزاد فوج بھی موجود تھی۔

---

[1] الصادقہ، ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ ص ۱۹ تا ۲۰۔

اس لیے جماعت کے مجاہدین نے حاجی صاحب کو وطن جانے کی تجویز پیش کی۔ آپ نے غور وفکر کے بعد کرنل صاحب سے جانے کی اجازت طلب کی۔ لیکن جس وقت آپ اپنے غازی لشکر کے ساتھ واپس آ رہے تھے تو کرنل کمال صاحب مدد پڑے اور کہا کہ ان کے جانے سے اسے (کمال کو) امید نہیں کہ آزاد فوج تحصیل مندر کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے گی اور ایسا ہوا کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر کافروں نے دوبارہ تحصیل مندر پر قبضہ کر لیا۔

چوتھی بار جہاد کشمیر کا قصد

آپ نے چوتھی بار جہاد کشمیر کی غرض سے جماعت ناجیہ کے دو ہزار مجاہدین تیار کئے لیکن دریں اثناء پاک و ہند جنگ بندی معاہدہ ہوا لہٰذا وہ نہ جا سکے۔

فخر کشمیر کا خطاب

حاجی صاحب نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے کیا تھا لیکن پھر بھی حکومت آزاد کشمیر جماعت ناجیہ کے شجاعانہ کارناموں کے لیے شکر گزار تھی۔ اس لیے حکومت نے آپ کو ۲۷ رمضان ۱۳۶۸ھ (۲۳ جولائی ۱۹۴۹ء) کو راولپنڈی طلب کیا اور آپ کو فخر کشمیر کے خطاب کی سند عطا کی۔ علاوہ ازیں ۲۲ سالاران جماعت کو بھی سندات بہادری عطا کی گئیں[1]۔

آپ کا نفاذ شریعت کے لیے جدوجہد کرنا

پاکستان کے سابق گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین صاحب کے دور حکومت میں حاجی صاحب نے ۱۹۴۹ء میں نفاذ شریعت کے لیے سارے صوبے میں جلسے منعقد کئے اور سولہ لاکھ مسلمانوں سے چھپے ہوئے فارموں پر دستخط حاصل کئے۔ یکم مارچ ۱۹۴۹ء (یکم جمادی الاول ۱۳۰۰ھ) کو آپ اپنے نائب امیر جماعت مولانا سربلند خاں صاحب کے ساتھ کراچی پہنچ گئے اور مذکورہ محضر نامہ کو جناب مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کے ذریعے سے جناب لیاقت علی خان مرحوم وزیراعظم پاکستان تک پہنچا دیا۔ حاجی صاحب نے ان کو بتایا کہ یہی لوگ نفاذ شریعت کے طالب ہیں۔ لیاقت علی خان نے حاجی صاحب سے عرض کیا کہ پاکستان بھی اسی

---

[1] الصادقہ ۲۷ اگست ۱۹۰۹ء ص ۹، ۱۰۔ اشتہار موسوم "بڑا اہم مطالبہ"۔

غرض سے معرض وجود میں آیا ہے اور کیوں نہ شریعت کا اجراء ہوگا ضرور ہوگا اور یہی ان کا فرض ہے۔
اور دوسری رات آپ کو کھانے کی دعوت پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے مبارک باد دی کہ عنقریب قرارداد مقاصد کا اعلان ہو جائے گا۔ چنانچہ ۷ مارچ ۱۹۴۹ء (۷ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ) کو قرارداد مقاصد کا اعلان ہوا۔

آپ کی یہ جدوجہد جاری رہی۔ آپ نے جنوری ۱۹۵۱ء میں مشاہیر علمائے اسلام پاکستان منعقدہ کراچی کے اجلاس میں بھی شمولیت اختیار کی جس میں مختلف مکاتیب فکر کے علماء نے حصہ لیا۔ واپس آکر "اہم مطالبہ" کے عنوان سے اشتہارات چھپوائے جس میں حکومت وقت سے نفاذ شریعت کے اعلان کا بار بار مطالبہ کیا گیا۔ اجلاس میں منظور کردہ ۲۲ نکاتی فارمولے پر زور دیتے ہوئے آپ نے مزید یہ لکھا کہ[1] :-

"ایک بار پھر ذمہ داران حکومت سے پُر زور طور پر انتہائی بے صبری و بے قراری کے ساتھ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۵۲ء کے ختم ہونے تک جلد از جلد لازمی اور ضروری طور پر شریعت کے مکمل نفاذ کا اعلان کرکے پاکستان کے مسلمانوں کو مطمئن کریں اور علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں کل پاکستان کے مشاہیر علماء کرام نے جو ۲۲ بنیادی اصول مملکت اسلامی کے لیے اپنے اجلاس ہا منعقدہ کراچی مورخہ ۱۲ تا ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء میں فیصلے کئے ہیں جاری کر دیئے جائیں۔ جن کے چند فقرات مندرجہ ذیل ہیں :-

"(۱) کہ اصل حاکم تشریعی اور تکوینی حیثیت سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں۔

(۲) ملک کا قانون کتاب و سنت کی روشنی میں ہوگا۔

(۳) دستورِ مملکت کی کوئی ایسی تعبیر بھی معتبر نہ ہوگی جو قرآن و حدیث وغیرہ کے خلاف ہو وغیرہ وغیرہ"

آپ کی یہ کوشش تادم حیات رہی۔ لیکن افسوس کہ آپ کا یہ مطالبہ تا وقتے شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

---

[1] اشتہار "اہم مطالبہ" شائع کردہ جماعت ناجیہ المجاہد آباد (سندھ پاکستان) ۵۶۳

آپ کا "فقیر اے پی" کی بغاوت کے موقعہ پر وزیرستان جانا

۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء (۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۶۸ھ) کو جب فقیر اے پی نے پاکستانی فوج کے خلاف بغاوت کر کے وزیرستان کے "بوٹے" نامی علاقے کو جلایا۔ نزولہ اور میران شاہ پر حملہ کیا۔ تو اس موقعہ پر حاجی صاحب نے صوبہ سرحد کے جید علماء و صلحاء کا ایک وفد ترتیب دیا۔ یہ وفد ایک بس میں سما سکا۔ اس وقت وزیرستان کے پولٹیکل ایجنٹ عطاء اللہ خان تھے جب حاجی صاحب وفد کے ساتھ پہنچے تو یہاں کے لوگوں نے وفد پر گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ بفضل خدا تعالےٰ سارے علماء بال بال بچ گئے۔ پھر حاجی صاحب نے ارشاد و تبلیغ کے ذریعے یہاں کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔

آخر میں "فقیر اے پی" کے عقیدت مندوں کے ساتھ مل گئے۔ فقیر صاحب کے پیرو کار آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اکثروں نے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی۔ آپ نے ان پر واضح کیا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف ان کے یہ اقدامات اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔

پولٹیکل ایجنٹ نے آپ کی اس کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت پاکستان کروڑوں روپیہ بھی خرچ کرتی تو ایسا پائدار معاہدہ تب بھی نہ ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ آپ کی تبلیغ اور جدوجہد کے ساتھ سرانجام پایا۔

مجلس تحفظ ختم نبوّت" کانفرنس میں شرکت

۲۴ فروری ۱۹۵۳ء (۸ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ) کو لاہور میں آپ کی زیر صدارت تحفظ ختم نبوّت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ پروگرام کے مطابق مقررہ تاریخ کو پہنچ گئے اور کانفرنس میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ واپس پشاور کے لیے روانہ ہوتے تو ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء (۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ) کو گجرات کے ریلوے سٹیشن پر گرفتار کر لیے گئے۔ تحریک ختم نبوّت کے سلسلہ میں آپ نے نو ماہ گجرات اور پنڈی کی جیلوں میں گزارے

لہ اشتہار۔ "جماعت ناجیہ صالحہ پر حکومت سرحد کا نزلہ" شائع کردہ: ناظم اعلےٰ جماعت ناجیہ صالحہ سرحد۔ ۵۶۴

ربانی کے بعد آپ المجاہد آباد (عمرزئی) تشریف لے آئے اور البتہ زندگی تبلیغ وارشاد کے جلسوں میں گزاری۔

آخری بار حج بیت اللہ تشریف لے جانا

۲۹ رشوال ۱۳۷۵ھ (۹ رجون ۱۹۵۶ء) کو آپ اپنے ماذون فضل اکبر صاحب مرحوم کی معیت میں چھٹی بار اور آخری مرتبہ حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ عمرزئی سے کراچی تک عقیدتمندوں اور احباب نے بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ کراچی میں سفینۂ عرب میں بالاتفاق امیرِ جہاز مقرر ہوئے۔ راستے میں معلّم حج سید مکی مرزوقی کی طرف سے ٹیلیگرام ملا کہ وہ مکّہ معظّمہ میں اُن کے ہاں مہمان ہوں گے۔ جدّہ پہنچ کر وعدے کے مطابق مرزوقی صاحب نے آپ کو اور جماعت ناجیہ کے مفتی اعظم مولانا شہزاد صاحب قدس سرہ العزیز مع دوسرے احباب مکّہ معظمہ پہنچا دیا۔ جہاں انہوں نے کھانے سے قبل عمرہ ادا کئے۔

حج بیت اللہ ادا کرنے کے بعد آپ ماہ صفر میں مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں میدانِ بدر کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ مدینہ منوّرہ میں اکثر طریقہ مسنونہ کے مطابق مسجد قبا، قبلتین، مساجد خمسہ، اُحد اور جنت البقیع وغیرہ مقدس مقامات پر جایا کرتے تھے۔ زیادہ وقت ریاض الجنۃ میں گزارا۔ ربیع الاول میں حجاج صاحبان واپس آرہے تھے لیکن حاجی صاحب نے ایک سال گزارنے کا قصد کیا۔ ایک رات آپ کے پاس مسجد نبوی کے ایک خادم حاضر ہوئے فرمایا کہ انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپؐ نے ان کو بتایا کہ حاجی صاحب کا یہاں رہنے کا ارادہ ہے لہٰذا وہ اُن کے مہمان ہوں گے۔ کسی کو حاجی صاحب کے نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ مدینہ منوّرہ میں آپ سارا سال لنگر دیتے رہے جس کی خدمت ظہیر اللہ صاحب کیا کرتے تھے۔ بعد فراغت عبادات کے معمول کے مطابق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پنجرہ مبارک کے پاس اسطوانہ سریر اور اسطوانہ حرس کے مابین مشہور کتاب "روضۃ الحبیب" تصنیف کی۔

انہی ایام میں نہر سویز کی جنگ شروع ہوئی تو لوگوں نے یہ افواہ اڑا دی کہ آپ نہر سویز کی جنگ میں شہید ہو چکے ہیں جسکی وجہ سے ملک میں سخت ماتم اور پریشانی پھیل گئی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے آپ صحیح وسلامت رہے۔ ایامِ حج میں آپ مکّہ معظّمہ تشریف لے آئے اور حج وعمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں سے آپ کو فراق کی ایک ایسی بیماری

لگ گئی جو آپ کی وفات کا سبب بنی ۔

مدینہ منوّرہ سے پاکستان کو آمد

آپ ۳؍ستمبر ۱۹۵۷ء (۸؍صفر ۱۳۷۷ھ) کو کراچی پہنچے جہاں سے بذریعہ ریل پشاور کے لیے روانہ ہوئے راستے میں ہر سٹیشن پر آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا ۔ پشاور پہنچتے ہی آپ کو ایک استقبالی جلوس کی شکل میں مسجد مہابت خان لایا گیا ۔ آپ نے یہاں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمایا ۔ جس میں مندرجہ ذیل تین باتوں کو خصوصی طور سے ذکر کیا گیا ۔

(۱) خدا اور اُس کے رسولؐ کی تابعداری کریں اور گناہ کبائر سے صدق دل سے توبہ کریں ۔

(۲) علماء کرام کی قدر و عزت کریں اور اُن کے فرمان پر عمل کریں ۔

(۳) پاکستان لا الٰہ الا اللہ کے نام پر بنایا گیا ہے لیکن اب قانون سازی میں پرویز کو شامل کیا گیا ہے اس کو قانون ساز اداسے سے نکالنے کے مالی اور جانی قربانی کے لیے تیار ہوجائیں ۔

اس کے بعد المجاہد آباد پہنچے ۔ چند دن بعد آپ نے لوگوں میں یہ بیداری پیدا کر دی کہ مسلمان مُلک پاکستان کے قانونی کمیشن میں منکرین حدیث کیوں حصّہ لے رہے ہیں ۔

صدرِ پاکستان سکندر مرزا سے اتمانزی میں مُلاقات

پاکستان کے صدر مرزا سکندر ۴؍اکتوبر ۱۹۵۷ء (۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ) کو چارسدہ کے مشہور گاؤں ، اتمانزی میں حاجی شاہ نواز کے ہاں تشریف لائے ۔ حاجی صاحب نے اس موقع کو غنیمت جان کر چند علماء کرام کا وفد بنایا اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے خان صاحب کے بنگلے پر حاضر ہوئے ۔

حاجی محمد امین صاحب مرحوم صدر مملکت کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے اور اسی طرح دوسرے علمائے کرام بھی نزدیک تشریف فرما تھے ۔ حاجی صاحب نے شریعت محمدی کے اجرا اور پرویز کے ہٹانے کا عریضہ پیش کیا ۔ صدر پاکستان نے جب عریضہ پڑھا تو جواباً کہا کہ وہ تو پرویز کو نہیں ہٹانا چاہتا ۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ

" میں تو آپ کو نہیں مانتا ہوں بلکہ حکومت کے ہر ناجائز اور خلافِ شرع امور کے لیے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں "

اسی گرما گرمی اور تلخی میں حاجی صاحب نے صدر کو گریبان سے بھی پکڑا ۔ وفد کے دوسرے علماء کرام نے بھی یہی مطالبات دہرائے کہ انہوں نے اپنی طرف سے اس تک حق پہنچایا ہے ۔

اس حق گوئی کے جہاد کے بعد آپ مع وفد کے واپس آئے۔ صدر مرزا نے اپنے حکام کو حاجی صاحب کی گرفتاری کا حکم دیدیا لیکن حکام نے صدر صاحب کو سمجھایا کہ اس شخصیت کو گرفتار کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ وہی عظیم مجاہد ہیں جنہوں نے کشمیر کو فتح کیا تھا۔

غلام احمد پرویز کی پشاور آمد

۲۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء (۲۷ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ) کو پرویز نے پشاور آنے کا پروگرام بنایا۔ آپ نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور "اعلان حق" کے عنوان سے ایک چیلنج تیار کیا[1]۔ پرویز جب وقت مقرّرہ پر پشاور پہنچے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے پرویز کو یہی چیلنج دیدیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا۔ مگر پرویز بھاگ گیا اور صرف اتنا کہا کہ میں حنفی مذہب خاندان میں پیدا ہوا ہوں۔

آپ کی بیماری اور وفات

حاجی صاحب مدینہ منوّرہ سے فراق کی بیماری میں مبتلا ہو کر آئے تھے۔ واپسی پر خود فرمایا تھا "کہ پھر ان کی حجاز آنے کی کوئی امید نہیں ہے[2]۔"

شعر: رشتیا دروغ بدخد معلوم شی صادقین پر تد روغ زوندی محبوب نہ ځی تہ

یعنی حبیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت میں سرشار و مبتلا صادقین کبھی دیارِ حبیب سے صحیح و سالم نہیں جاتے یہ حقائق اچھی طرح معلوم ہو جائیں گے۔

واقعی آپ بیمار ہو کر ۵ ۲ر نومبر ۱۹۵۷ء کو پشاور لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کئے گئے جہاں دو ماہ تک زیر علاج رہے افاقہ ہونے پر آپ کو واپس گھر مجاہد آباد لایا گیا۔ اور گھر پہ علاج ہوتا رہا۔ آپ بیماری کے دوران آنے والوں کو تسلّی دیا کرتے تھے اور ان کو مشن جاری رکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آٹھ مہینے کی مسلسل بیماری کے بعد آپ بروز ہفتہ بوقت چار بجے صبح بتاریخ ۳۱ رمئی ۱۹۵۸ء بمطابق ۱۲ رذی القعدہ ۱۳۷۷ھ کو وفات پاگئے۔

اسی دن چار بجے سہ پہر آپ کے سجادہ نشین حضرت مولانا میر اقل صاحب مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی

---

[1] اشتہار "اعلانِ حق" شائع کردہ امیر جماعت ناجیہ صالحہ (فخر کشمیر) حاجی محمد امین (مرحوم) و ناظم اعلےٰ مولانا عبدالعلیم المجاہد آباد پشاور

[2] روضۃ الحبیب صلے اللہ علیہ وسلّم۔ ص ۹۸۔

اور وصیّت کے مطابق مجاہد آباد کی بڑی مسجد کے ہینراہ گاہ میں دفن کئے گئے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

آپ کی وصیّت

وفات سے قبل آپ نے وصیّت کی کہ مزار کے پاس شمال کی طرف دو کمرے تعمیر کروائے جائیں۔ ایک کمرے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موئے مبارک جو ابھی تک آپ کے گھر میں ڈا ہولیے رکھ دیا جائے اور دوسرے کمرے میں آپ کا کتب خانہ منتقل کیا جائے تاکہ علماء و طلباء حضرات ان کتب کو پڑھیں اور آپ کو دُعائیں بھی دیتے رہیں۔

تا وقتے مُوئے مبارک کا کمرہ مکمل ہو چکا ہے لیکن موئے مبارک کو منتقل نہیں کیا گیا ہے اور کتبخانہ کا کمرہ زیر تعمیر ہے اور فی الحال پرانی جگہ یعنی مسجد کے اندر ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد میں پانچ فرزند ارجمند تھے جن میں سوائے مولانا روح الامین صاحب[1] کے جو آپ کی وفات کے وقت افغانستان میں مقیم تھے۔ سارے چھوٹے تھے۔ باقی چار صاحب زادے فیضان اللہ عرفان اللہ، الحمد للہ، حسبنا اللہ بقید حیات ہیں جن میں سے اول الذکر تینوں صاحب زادے درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں۔ دو بیٹے "المدح اللہ" اور سبحان اللہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے[2]

آپ چاروں سلاسل طریقت کے خلیفہ ومجاز تھے

حاجی صاحب طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ میں مجاہد اعظم حضرت باباجی صاحب ترنگزئی کے خلیفہ ماذون تھے اور سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ میں حضرت پائندہ محمد صاحب مرحوم المعروف بہ استاد صاحب ہڈہ شریف کے خلیفہ تھے۔ آپ کو حضرت باباجی صاحب کے مُرشد (استاد صاحب) نے بھی تبرکاً نقشبندیہ میں اجازت فرمائی تھی اور مدینہ منورہ جاکر حضرت عبدالغفور صاحب مرحوم چغرزوی سواتی نے حضور پاک ؐ کے خوابی اشارے سے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت عنایت فرمائی[3]۔

---

[1] روضۃ الحبیب ص ۱۶۴۔ [2] ہمارا مجاہد ص ۱۱ [3] بحوالہ سابق ناظم اعلٰے جماعت ناجیہ شیخ خلیل الرحمن ترنگزئی۔

آپ کے اندرون ملک اور بیرون ملک لاکھوں کی تعداد میں شاگرد و مرید ہیں جو آپ کی وفات کے بعد دینِ حق کی تبلیغ میں معروفِ عمل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے سینکڑوں خلفائے طریقت کو بھی یہ امانت سپرد کی جن میں سے چند کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

چند نامور خلفاء :

۱۔ حضرت مولانا میر اگل صاحب مرحوم سجادہ نشین المجاہد آباد عمرزئی۔
۲۔ حضرت مولانا شہزاد صاحب مفتی اعظم جماعت ناجیہ صالحہ۔ حال شیخ الحدیث دار العلوم ترنگزئی چارسدہ۔
۳۔ حضرت مولانا عبد الحلیم شاہ صاحب مرحوم عمرزئی۔
۴۔ مولانا فردوس احمد خان نورڈھیری۔
۵۔ حاجی آدم خیل کئی افغانستان
۶۔ شیخ رحمت اللہ صاحب شیر پاؤ چارسدہ۔
۷۔ فضل اکبر مرحوم غز گی ترنگزئی
۸۔ مرزا صاحب دریڈم افغانستان۔
۹۔ جناب محمد کریم نعمت خواں شبقدر، چارسدہ۔
۱۰۔ فردوس خان اتمانزئی حال دیر۔
۱۱۔ صاحب حق اف شیر گڑھ مالاکنڈ ایجنسی
۱۲۔ صاحب زادہ عبد الحکیم صاحب کرلوغہ کوہاٹ۔
۱۳۔ مولانا عبد الغفور صاحب سعودی عرب
۱۴۔ جناب صحبت خان صاحب گرنزئی
۱۵۔ جناب غلام سرور خان بٹوں
۱۶۔ سالار حبیب شاہ صاحب منیری صوابی۔[1]

بحیثیت مواعظ کے آپ کے کارنامے

اس عاشق رسول اور مداح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری قیمتی زندگی امر بالمعروف ونہی المنکر اور وعظ ونصیحت کے لیے وقف کی تھی۔ آپ جہاں بھی ہوتے اصلاح کی کوشش کرتے۔ گناہ کبائر مثلاً ڈاڑھی منڈوانے اور رقص و سرود وغیرہ سے بچنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے مرشد بابا جی رح مرحوم کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے مندرجہ ذیل تین باتوں کا خاص خیال رکھا۔ ضلع مردان کے اکثر مضافات میں آپ کو بڑی عقیدت و محبت کی نگاہ سے یاد کرتے ہیں جہاں آپ نے اس قسم کے امور کو

---

[1] خلفاء کی مندرجہ فہرست بحوالہ حاجی خائستہ محمد صاحب گڈی ساز چارسدہ اور شیخ خلیل الرحمن سابق ناظم اعلیٰ جماعت ناجیہ کے پیش کیا۔

بخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہے ۔

۱ ۔ شادی بیاہ کے موقع پر دلہن کی رخصتی طریقۂ محمدیؐ کے طرز پہ کرنا اور

۲ ۔ بچوں کا ختنہ اسلامی طریقے سے کرانا جس کی بدولت اکثر لوگ غلط رسوم سے بچ گئے ۔

۳ ۔ مسلمانوں کے قتل و قتال، جھگڑے وغیرہ کا صلح جانبین کے باہمی رضامندی سے کرنا ۔

آپ کی تصانیف

حاجی صاحب مرحوم نہ صرف صاحب سیف مجاہد تھے بلکہ آپ صاحب قلم مبلغ بھی تھے ۔ ابتدا سے ہی ان کو شاعری ودیعت ہوئی تھی ۔ آپ نے خلق خدا کی اصلاح کے لیے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں اکثر چھپ چکی ہیں ۔ اور چند ایک مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں ۔

آپ کی تصانیف میں زیادہ تر منظوم و منثور مضامین عشق رسولؐ ، نفاذ شریعت اور منہیات سے اجتناب سے متعلق پشتو ، فارسی اور عربی زبانوں میں پائی جاتی ہیں ۔ موضوع کلام میں زیادہ تکرار پائی جاتی ہے ۔ لیکن دوسرے شعراء کے مقابلہ میں آپ کے اشعار حقیقت پہ مبنی ہونے کے علاوہ آپ کے ذاتی اخلاص اور حقیقی محبت کی بدولت دل پہ بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں ۔ جی چاہتا ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت کی طرح آپ کے اشعار کو بار بار سنا جائے یا سنایا جائے ۔

تصانیف کے علاوہ آپ نے اصلاح خلق کے لیے ایک ماہنامہ "السعادۃ" بھی جاری کیا تھا اس میں جماعت ناجیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ نفاذ شریعت ، جہاد اور دقت سے متعلق مضامین بھی شائع کیے جاتے تھے ۔ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ علیہ ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب افغانی جیسے علمائے کرام اور محققین کے مضامین کے لیے خاص صفحات مختص کیے جاتے تھے لیکن بدقسمتی سے آپ کی وفات کے بعد یہ رسالہ مزید نہ چل سکا ۔ یہاں تک کہ آپ کی بیماری کے دوران کے چند رسائل مخطوطات کی شکل میں بھی چھپنے سے رہ گئے ہیں ۔

آپ کی تصانیف میں جو کتابیں ابھی تک مل چکی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱ ۔ دیوان مداح	ص ۲۸۸	۲ ۔ گلزار مدینہ منورہ ، ۲ حصے	ص ۱۸۲ ۔
۳ ۔ بہار مدینہ منورہ	ص ۷۳	۴ ۔ انوار مدینہ منورہ	ص ۶۴
الحمد للہ	ص ۱۲۰	۶ ۔ سبحان اللہ	ص ۱۰۴

۷ ۔ اسرار مدینہ منوّرہ : ص ۱۵۲ ۸ ۔ سبحان ربی الاعلیٰ : ص ۱۴۸

۹ ۔ تحفۃ الحبیب فی فضیلۃ الصلوۃ علی اشرف البریہ صلی اللہ علیہ وسلم : ص ۸۰

۱۰ ۔ تحفۃ الحجاج : ص ۱۲۸ ۱۱ ۔ منازل قبلی : ص ۸۰

۱۲ ۔ ھذا من فضل ربی : ص ۴۲ ۱۳ ۔ تحفۃ الحرمین الشریفین : ص ۱۶

۱۴ ۔ روضۃ الحبیب : ص ۳۵۲ ۱۵ ۔

۱۵ ۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین (قلمی) : ص ۱۰۵ ۔

۱۶ ۔ من رب الرحیم (قلمی) : ص ۷۶ ۱۷ ۔ دیوان محمد امین (مرحوم)

۱۸ ۔ گلدستہ مدینہ منورہ : ۴ حصے ۱۹ ۔ گلدستہ مصطفوی غیر مطبوعہ (قلمی)

۲۰ ۔ روح خدا ۔ غیر مطبوعہ (قلمی) ۲۱ ۔ روح نثار (غیر مطبوعہ) قلمی ۔

۲۲ ۔ الحق ناپید ہے ۔ ۲۳ ۔ فضل ربی غیر مطبوعہ (قلمی)

۲۴ ۔ تحفۃ الحرمین الشریفین مع عبرۃ الحجاج : ص ۱۶

۲۵ ۔ سلسلہ طریقہ قادریہ (مطبوعہ) : ص ۔ ۱۶

۲۶ ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قلمی) ۔ ۲۷ ۔ حالات محبوب کریم پشتو نامکمل (قلمی)

۲۸ ۔ دستور جماعت ناجیہ المجاھد آباد : ص ۶۴ ۔

۲۹ ۔ عبرۃ الحجاج : ص ۱۶۰ ۔

ماخذ مقالہ

مقالے کے ماخذ حاجی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا تصانیف ہیں جن میں بہار مدینہ اور مختلف رسائل " ماہنامہ الصادقہ " سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے ۔

جناب مضطر عباسی۔ ایم اے

جدید زبانوں کا عربی ماخذ

بیت :۔۔۔ ہالینڈ کی زبان "ڈچ" (DUTCH) کے تلفظ میں D (د) کلمہ کے آخر میں واقع ہو تو اسکی آواز T (ت) کی ہوتی ہے۔ یوں ڈچ زبان کے کلمہ BED کا تلفظ BET یعنی "بیت" ہے۔ اور BED (بیت) کے معنیٰ ہیں بستر۔ آرام سے رات گذارنے کی جگہ۔ یہ لفظ انگریزی میں BED (بیڈ) رومانوی میں PAT جرمن میں BETT یہودی میں BET اور جاپانی میں BETTO ہے۔ عربی میں بَاتَ کے معنیٰ ہیں اس نے رات گذاری اور "بیت" کے معنیٰ ہیں رات گذارنے کی جگہ یعنی گھر، خانہ۔

چھت :۔۔۔ مکان کی چھت کیلئے انگریزی میں ROOF ڈچ زبان میں ROEF ہے۔ اس لفظ کے اصل معنیٰ ہیں سایہ یا سایہ دار چھپر یعنی "شیڈ" (SHED) عربی میں ان معنوں کیلئے "راف" "روف" اور "ریف" کے کلمات ہیں "ریف" ایسی سرسبز اور شاداب جگہ کو کہتے ہیں جہاں چارہ اور درخت بکثرت ہوں ہر طرف سایہ ہی سایہ ہو اور مال مویشی چرتے اور آرام کرتے ہوں۔

چھت کے لئے ڈچ میں ایک دوسرا کلمہ DAK ہے۔ جو سویڈن اور ناروے کی زبانوں میں TAK ڈنمارک کی زبان "ڈینش" میں TAG پولینڈ کی زبان پولش میں DACH اور یہودی (YIDDISH) میں DACH (داخ) ہے۔ انگریزی میں جہاز کے عرشے کو DECK کہتے ہیں جو لاطینی کے کلمہ TEGO سے ماخوذ مانا گیا ہے۔ اور اس کے اصل معنیٰ چھپانے اور چھت کے ہیں اور بعید از قیاس نہیں کہ ہمارا اپنا لفظ ڈھکنا اور ڈھانکنا بھی اسی DECK ۔ DAK یا TEGO سے ماخوذ ہو۔ ان سب کلمات کے لئے عربی میں "طاق" کا ماخذ موجود ہے۔ جس سے ہم نے "طاقچہ" کا لفظ بنایا ہے۔ "طاق" دراصل اس ڈاٹ کو کہتے ہیں جو پتھروں یا اینٹوں سے اس طرح بنائی جاتی ہے کہ بغیر ستون یا کسی دوسرے سہارے کے چھت بن جاتی ہے۔
قدیم اور تاریخی عمارتوں کی چھتیں جدید زبانوں کے TAK اور DAK وغیرہ کے "طاق" سے ماخوذ ہونے کی شہادت دے رہی ہیں۔

دیوار :۔۔۔ مکان کے بعد چھت اور چھت کے بعد دیوار کیطرف آئیے۔ ہم اس سے پہلے

متعدد مثالوں سے اس قاعدے کی وضاحت کر چکے ہیں کہ ۔ ر۔ (R) اور ۔ ل۔ (L) ایک دوسرے سے بدل جاتے ہیں۔ اور یوں دیوار کو دیوال بھی کہا جاتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ انگریزوں نے دیوار سے دیوال بناتے وقت "دی" کو کلمہ تعریف یعنی THE سمجھ کر چھوڑ دیا ہو اور صرف "وار" کو "وال" کی صورت میں اپنا لیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایرانیوں نے انگریزی کے THE WALL کو ایک کلمہ خیال کر کے THE کو WALL ہی کا جز سمجھ کر اپنایا ہو اور ۔ L ۔ (ل) کو ۔ R ۔ (ر) سے بدل دیا ہو۔ بہر حال اصل کلمہ WALL ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں دو چیزوں کے درمیان روک ۔ حد ۔ یا فاصلہ ۔ فاصلہ ۔ روک یا حد بندی کیلئے زمین سے بلند دیوار بھی بنائی جاتی ہے ۔ اور زمین کی سطح سے نیچے کھائی یا خندق بھی کھودی جاسکتی ہے ۔
انگریزی کا WALL اینگلو ساکسن (ANGLO-SAXON) میں WEALL جرمن میں WALL ڈچ میں WAL ڈینش میں VAL اور لاطینی میں VALLUM ہے ۔ انگریزی میں ایک لفظ INTERVAL ہے جس کے معنیٰ ہیں درمیانی وقفہ ۔ فصل ۔ درمیانی عرصہ یا مدت ۔ اس لفظ میں WALL کی جگہ VAL استعمال ہوا ہے ۔ یورپ کے ماہرین لسانیات نے اس لفظ INTERVAL کو INTER (درمیان) اور WALL (فاصلہ) سے مرکب تسلیم کیا ہے ۔ اور یوں انہوں نے WALL کو VAL کی صورت میں مانا ہے ۔ اور یہ VAL جس سے WALL بنایا گیا ہے ۔ انگریزی میں VALLEY یعنی وادی اور گھاٹی کے معنوں میں موجود ہے ۔ اور یہ VALLEY (وادی) فرانسیسی میں VALLEE اور لاطینی میں VALLIS ہے ۔ اور یہی "وادی" گاؤں (VILLAGE) میں VILL اور کوئیں (WELL) میں WELL کی صورت اختیار کر گئی ہے ۔
اوپر WALL بمعنی دیوار آیا ہے ۔ یہ لفظ ہنگری والوں کی زبان میں FAL کی صورت اختیار کر گیا ہے ۔
اور جہاں WALL نے گاؤں (VILLAGE) میں VILL کی صورت اختیار کی ہے ، وہاں ہنگرین میں VILLAGE (گاؤں) FALU بن گیا ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ WALL (دیوار) VALLEY (وادی) اور VILLAGE (گاؤں) وغیرہ درجنوں زبانوں کے سینکڑوں کلمات میں وال ۔ ویل ۔ اور ول وغیرہ کے کلمات ہیں جو عربی کے وَیْل سے ماخوذ ہیں ۔ جس کے معنیٰ ہیں وادی ۔ گڑھا ۔ کھڈ ۔ وغیرہ ۔
کنواں :۔۔۔ انگریزی میں WELL کے معنیٰ ہیں کنوآں ۔ اینگلو ساکسن میں یہ لفظ WELL اور WELLA ڈچ میں WEL ۔ جرمن میں WELE اور لاطینی میں VOLVO ہے ۔ اس کے اصل معنیٰ ہیں چشمہ ۔ یہ تمام کلمات جیسا کہ دیوار کے عنوان تلے عرض کیا جا چکا ہے ۔ عربی کے "ویل" سے ماخوذ ہیں ۔ کنواں ۔ عربی میں بِئْر ہے ۔ جو عبرانی میں BER (بَئِر) ہے ۔ عبرانی میں BER کی جمع BEROT (بیروت) ہے اور لبنان کا

دارالحکومت بیروت یعنی کنوؤں والی سرزمین میں یا چشموں والی زمین اسی عبرانی کے BER سے ماخوذ ہے، جو عربی میں بِئر ہے۔

آئیے! "بیروت" کے ساتھ ساتھ "لبنان" پر بھی غور کرلیں۔ عرب لوگ ہر سفید چیز کو انڈے سے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے ابیض کہتے ہیں۔ بیضہ انڈا ہے، بیاض انڈے کا رنگ یعنی سفیدی ہے۔ روشنی مجازاً بیاض ہے۔ عربوں کے چچازاد بھائی اسرائیلی جو دریا پار چلے جانے کے باعث عبری یا عبرانی کہلاتے ہیں۔ ہر سفید چیز کو دودھ سے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے LABAN (لابن) کہتے ہیں۔ عبرانی زبان میں عربی کی طرح دودھ کو لَبَن یا لابَنُ کہتے ہیں۔ اور اس طرح ہے "لبنان" کے معنیٰ ہیں سفید رنگ کے لوگوں کا وطن جس طرح کہ سوڈان کے معنیٰ ہیں کالے لوگوں کا وطن۔

حاصل کلام یہ کہ: بیروت (لبنان کا دارالحکومت) عربی کے بِئر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں (کنواں) اور "لبنان" کی وادی کا نام لَبَنُ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں دودھ اور "سوڈان" کا لفظ عربی سے۔ سودا۔ یا اسود (کالا) سے ماخوذ ہے۔

بات مکان اور اس کے مختلف حصوں کی ہو رہی تھی۔ دیوار کے WALL سے کنواں WELL اور اس سے عربی کا بِئر اور اس سے بیروت اور لبنان اور سوڈان کے کلمات ارتجالاً زیر بحث آگئے ہیں ورنہ ارادہ یہ تھا کہ آج کی بات چیت مکان اور اس کے اجزاء تک محدود رہے گی۔

فرش:—— چھت اور دیوار کے بعد آئیے فرش پر غور کریں۔ فرش کے لئے انگریزی میں FLOOR - اینگلو سیکسن میں FLOR جرمن میں FLUR اور ڈچ میں VLOER ہے۔ یہ تمام کلمات یونانی زبان (GREEK) کے کلمہ PLATYS کے ہم ماخذ ہیں جو انگریزی FLAT ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں ہموار، برابر، چورس اور میدان، عربی میں یہ لفظ "فلاۃ" ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں ہموار میدان، فراخ اور وسیع صحرا۔

عربی کے "فلاۃ" (ہموار میدان یا صحرا) سے ایک دوسرا لفظ یاد آیا یعنی "فِلات" اس کی ایک صورت "فِلاط" ہے۔ گویا "ت" اور "ط" دونوں سے لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں چپکے سے۔ اچانک پکڑ لینا۔ گویا چھاپا مارنا۔ یہ لفظ یورپ میں جاکر معنوں کے اعتبار سے بدل گیا ہے۔ اور FLEET کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں چپکے سے کھسک جانا۔ بھاگ جانا، غائب ہو جانا۔

بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں گئے تو ان کے معنیٰ الٹ گئے ہیں۔ مثلاً عربی میں سَقَفٌ کے معنیٰ ہیں چھت اور یہی کلمہ سواحلی زبان میں گیا تو وہاں SAKAFU کے معنیٰ ہیں فرش پوش فارسی میں پہنچا ہے۔ تو اسپرانتو میں MUŜO مکھی ہے۔ انگریزی اور ڈچ میں MAN آدمی۔ مرد ہے۔

تو اسپرانتو میں آدمی کا ایک جزو یعنی ہاتھ ہے۔ فارسی میں "مرد" ہے تو عربی میں "اَمرَدْ" لڑکا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ گویا "مرد" کے شروع میں "اَ" نافیہ لگا دیا گیا ہے۔ ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ عربی میں فلات یا فلاط یورپ میں FLEET بن گیا ہے۔ اور معنیٰ الٹ گئے ہیں۔ "فلات" کے معنیٰ ہیں چپکے سے پکڑ لینا۔ اور FLEET کے معنیٰ ہیں چپکے سے بھاگ جانا۔

انگریزی کا FLEET (بھاگ جانا) جو FLIT اور FLOAT کا ہم ماخذ ہے۔ اسے براہ راست عربی سے ماخوذ مانا جائے تو عربی میں "فلت" اس کا ماخذ معلوم ہوتا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں تیز رفتاری، چھوڑ دینا یا چھوٹ جانا۔

میدان:— FIELD سے آپ کا ذہن ضرور FLOAT یا FLEET اور FLAT کے بارے میں سوچنے لگا ہوگا۔ FIELD جو جرمن میں FELD ہے، ڈچ میں VELD اور ڈینش میں FELT ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں میدان، کھیت، زمین۔ عربی میں اسکی صورت "بَلَدْ" ہے۔ یورپ والوں نے "ب" (B) کو "ف" (F) سے بدل لیا ہے۔ اور ڈچ میں بجائے ف (F) کے "وَ" (V) استعمال ہوا ہے۔

خوراک:— FLEET سے ایک دوسرا لفظ یاد آیا۔ FEED یعنی خوراک یا خوراک دیکر پرورش کرنا۔ اس کا ماخذ اینگلو سیکسن زبان کا لفظ FODA ہے FOOD۔ اسی ماخذ سے ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں خوراک، ڈینش میں یہ لفظ FODE ہے۔ اور سویڈش میں یہ لفظ FODA ہے۔ ان سب کا عربی ماخذ۔ فیذ۔ اور فوذ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں خوراک تیار کرنا، گوشت بھوننا، روٹی پکانا یا پکی ہوئی روٹی۔

قدم:— FEED کے ساتھ FEET پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ FEET FOOT کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں قدم۔ پیر۔ سویڈن کی زبان میں یہ لفظ FOT۔ ڈینش میں FOD ڈچ میں VOET اور نارویین میں FOT ہے۔ اس کے ماخذ کے بارے میں اہل یورپ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لفظ سنسکرت کے PADA سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں جانا۔ چلے جانا۔ گذر جانا۔ عربی میں یہ لفظ "فوت" اور "فات" ہے۔ جس کے یہی معنیٰ ہیں یعنی چلے جانا۔ گذر جانا۔

بلڈنگ:— مکان۔ عمارت کو بلڈنگ (BUILDING) بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ انگریزی میں BUILD سے بنا ہے۔ اسکی ایک صورت BUILT تلفظ بِلْڈ اور بِلْٹ ہے۔ یورپ والوں نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ انہیں اس لفظ کے ماخذ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ یہ لفظ اینگلو سیکسن میں BOLD ہے۔ ڈینش میں BOL اور آئس لینڈ کی زبان BUA ہے۔ عربی میں "بلط" اور "بلاط" کے معنیٰ ہیں۔ مکان کے فرش کو پتھروں سے تعمیر کرنا۔ ہموار زمین پر چبوترا بنانا یا چبوترہ اور چوک۔

خواجہ عبدالحی فاروقی

مولانا عبید اللہ سندھی کے ایک شاگرد

خواجہ عبدالحی بن خواجہ عبدالرحیم گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد گورداسپور کے ایک وکیل خورشید عالم بیرسٹر ایٹ لار کے منشی تھے[۱] دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ یہیں مولانا عبیداللہ سندھی سے ملاقات ہوئی۔ لکھتے ہیں:

"غالباً ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے۔ کہ مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرہٗ اپنے استاد شیخ الہند حضرۃ مولانا محمود حسنؒ سے ملنے دیوبند آئے، میں ان دنوں وہاں تعلیم پا رہا تھا۔ مولانا کے علم وفضل، فہم و ذکا، بیدار مغزی اور سیاست دانی سے دارالعلوم کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جیسے ہی ان کے آنے کی خبر ملی۔ مولانا محمد میاں المعروف بہ مولانا منصور مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے۔ کہہ نہیں سکتا کہ ان سے مل کر کس قدر مسرت و شادمانی اور اطمینانِ قلب نصیب ہوا۔ اس کیفیت کی یاد اب تک میرے دل میں تازہ ہے۔ مولانا کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ وہ جب تک رہے۔ قرآن کریم اور حجۃ اللہ البالغہ کا درس برابر ہوتا رہا۔ سردی کی راتوں میں بارہا ایسا ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد جو درس شروع ہوا تو رات کے بارہ بجے گئے اور استاد شاگرد میں سے کسی نے بھی تھکن محسوس نہ کی۔

مولانا کافی دن رہے، دن رات یہی مشغلہ رہتا تھا۔ ان صحبتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن میں درس و فکر کا ذوق پیدا ہو گیا۔"[۲]

خواجہ عبدالحی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر میرٹھ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اور ۱۹۱۳ء میں مولانا عبیداللہ سندھی نے مسجد فتح پوری دہلی کے شمالی کمروں میں "نظارۃ المعارف القرآنیہ" قائم کیا۔ خواجہ صاحب آپ کے درسِ قرآن سے استفادہ کے لئے ہر شنبہ کی شام دہلی آجاتے اور پیر کے روز میرٹھ واپس جاتے۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۵ء میں بند ہوا، جب مولانا سندھی افغانستان کو روانہ ہو گئے۔

دارالارشاد خواجہ صاحب تین سال بعد میرٹھ کالج کی پروفیسری چھوڑ کر کلکتہ چلے گئے، جہاں مولانا آزاد کے "دارالارشاد" میں ان سے قرآن کریم کا درس لینے لگے۔ دارالارشاد مولانا آزاد نے جولائی ۱۹۱۵ء رمضان ۱۳۳۳ھ میں قائم کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ نوجوانوں کی ایک جماعت کو کم سے کم مدت میں قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور وہ کتاب اللہ کی دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔ دارالارشاد کا ایک حصہ عربی اور دینیات کے فارغ التحصیل طلبہ پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے حصہ میں گریجویٹ شامل تھے۔ طلبا کے قیام و طعام کی ذمہ داری خود مولانا آزاد نے اٹھائی تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان اور ان کی بصیرت افروز حکمت قرآنی کے بارے میں خواجہ صاحب کا کہنا ہے "ایک عجیب و دلفریب ایمانی کیفیت قلوب و اذہان میں پیدا کرتے تھے۔"۳

۱۹۱۶ء کے اوائل میں ریشمی خطوط کے سلسلہ میں برصغیر کے طول و عرض میں تلاشیاں اور گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ مولانا آزاد کو حکومت نے رانچی میں نظر بند کر دیا اور دارالارشاد کی بساط لپیٹ دی گئی اور خواجہ صاحب لاہور چلے آئے۔

ریشمی خطوط کے سلسلہ میں خواجہ صاحب کو حکم دیا گیا کہ وہ لاہور شہر کی میونسپل حدود سے باہر نہ جائیں اور پنجاب سی۔ آئی۔ ڈی کے دفتر میں ہفتہ وار اپنی حاضری دیا کریں۔ اس عرصہ میں (۱۹۱۷ء) مولانا ظفر علی خان نے ایک رسالہ "ستارۂ صبح" جاری کیا۔ خواجہ صاحب اس پرچہ کے مدیر معاون تھے۔

خواجہ صاحب نے لاہور میں اپنی معروفیات صرف "درس قرآن" تک محدود کر رکھی تھیں۔ وہ اپنے مکان پر درس دیتے جس میں نوجوان طلبہ شریک ہوتے تھے۔ مولانا نصر اللہ خان عزیز مرحوم کے الفاظ میں "درس قرآن کے علاوہ وہ کوئی سیاسی بات نہیں کرتے تھے۔ خفیہ پولیس سائے کی طرح ان کے ساتھ رہتی تھی۔ انہوں نے درس کے طلبہ کے سامنے کبھی تلقین جہاد نہ کی مگر درس قرآن کا انداز خود بخود طالب علموں کے اندر روح جہاد پھونکتا جاتا تھا اور ہم لوگ فیصلہ کرتے جاتے تھے کہ ہم اپنی زندگی جہاد کے لئے وقف کریں گے"۔۴

مقدمۂ بغاوت خواجہ صاحب نے بادشاہی مسجد میں ایک تقریر کی تھی جسے باغیانہ خیال کیا گیا۔ اور ۱۹۱۹ء کے مارشل لاء میں سب سے پہلے ان ہی کا مقدمہ زیر بحث آیا۔ اس مقدمہ کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر نے لکھا ہے:

"ملک لال دین قیصر مرحوم نے ۱۹۱۹ء کے مارشل لاء کی انتہائی سختیوں کا دور بھی دیکھا تھا۔ وہ ابتدائی عمر ہی میں بڑے بہادر اور جواں مرد تھے اور ڈنڈا فوج میں شامل ہو گئے تھے یا مارشل لاء میں گرفتار ہوئے اور بیس سال قید کی سزا سنائی گئی۔ لاہور کے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں

میں سے بہت سے لوگ جن میں اکابر بھی خاص تعداد میں شامل تھے گرفتار ہوئے۔ اور دوسرے
شہروں سے بھی لوگ گرفتار ہو کر آئے وہ سب جیل میں رکھے گئے اور باری باری ایک ایک
کے مقدمے کی سماعت ہوتی تھی۔ قیصر مرحوم نے بارہا مجھ سے ذکر کیا کہ اس زمانے میں صرف
دو افراد ایسے دیکھے جن کی بہادری اور دلیری کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ ایک خواجہ عبدالحی، دوسرے
ڈاکٹر سیف الدین کچلو مرحوم۔ قیصر صاحب کہا کرتے تھے کہ صرف دو کے چہرے افتاد پر رنج و
غم کے ہر اثر سے پاک دیکھے گئے۔ بڑی سے بڑی سزا سن کر بھی ہنستے اور مسکراتے ہوئے آئے"[۵]
خواجہ صاحب بعبور دریائے شور قید اور ضبطیٔ جائداد کی سزا ہوئی اور فیصلہ کے آخر میں یہ بھی لکھا گیا
کہ اگر مجرم رحم کی درخواست کرے گا۔ تو اسکی سماعت نہ ہوگی۔ ۱۵ دن سنٹرل جیل لاہور میں رہنے
کے بعد سنٹرل جیل ملتان منتقل کر دیئے گئے۔ ملتان جیل میں فرصت کے اوقات میں قرآن مجید پر غور و فکر
جاری رہا۔ بعد میں عام معافی کا اعلان ہوا تو وہ لاہور آ گئے۔

جامعہ ملیہ علی گڑھ | تحریک عدم تعاون پورے شباب پر تھی۔ مولانا جوہر اور ان کے ساتھیوں نے مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ پر ہلہ بول دیا اور یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ مسلم یونیورسٹی حکومت سے سالانہ گرانٹ لینا بند کر دے۔ یونیورسٹی
کی انتظامیہ نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا اور مولانا جوہر نے علی گڑھ میں آزاد اور انگریزی حکومت سے بے نیاز یونیورسٹی
"جامعہ ملیہ" قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جامعہ کی بنیاد رکھنے کے لئے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبند سے علی گڑھ
گئے اور خواجہ صاحب اس تقریب میں شرکت کے لئے لاہور سے آمادۂ سفر ہوئے۔
شیخ الہندؒ، مولانا جوہرؒ اور مولانا آزادؒ کے یہاں پر خواجہ صاحب نے نوزائیدہ جامعہ میں درس قرآن اور
دینیات کی تدریس کا فریضہ سنبھال لیا۔ خواجہ صاحب جامعہ میں کام کرنے لگے بعد میں جب جامعہ علی گڑھ سے دہلی
منتقل ہوگئی تو وہ بھی دہلی آ گئے تھے اور تقسیم ہند تک فرائض بخوبی انجام دیتے رہے۔

اسلامیہ کالج لاہور | تقسیم ہند کے بعد لاہور آ گئے اور اسلامیہ کالج میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہو
گئے۔ اور آخر دم یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ انجمن اصلاح و تبلیغ لاہور سے بھی وابستہ رہے۔ اور قرآن مجید کے
آسان اردو ترجمہ کی مجلس ادارت میں شامل رہے۔

خواجہ صاحب ۸ جنوری ۱۹۶۵ء / ۵ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ کو لاہور میں فوت ہوئے۔

تصانیف | خواجہ صاحب نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تفسیر مرتب کی تفصیل یہ ہے:۔
۱۔ بصائر:۔ بنی اسرائیل کے واقعات و حوادث اور فرعون کے طرز عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کا
فلسفۂ تاریخ بیان کیا ہے۔ ان حالات کو اپنی غلامی اور برطانوی حکومت کے طرز عمل پر منطبق کیا ہے۔

۲۔ الخلافۃ الکبریٰ :۔ تفسیر سورۂ بقرہ۔

۳۔ بیان :۔ تفسیر سورہ آل عمران۔ (الوہیت مسیح، معجزات ابن مریم اور وفات وحیات مسیح پر حکیمانہ بحث ہے۔)

۴۔ سبیل الرشاد :۔ تفسیر سورۂ الحجرات (ابتداء میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں مجلس شوریٰ کی ترکیب، ارکان کا انتخاب اور صدر جمہوریہ اسلام کے شرائط و لوازم پر بحث کی ہے۔ خلفائے راشدین کا نظام حکومت ان کی مجالس شوریٰ کے انعقاد۔ ان کے اغراض و مقاصد اور طریقہ کار پر تفصیل سے لکھا ہے۔)

۵۔ برہان۔ تفسیر سورۂ النور۔

۶۔ عبرت۔ تفسیر سورۂ یوسف۔

۷۔ صراط المستقیم۔ تفسیر سورہ انفال و سورہ توبہ۔

۸۔ سبل السلام۔ تفسیر سورہ المجادلہ تا سورہ تحریم۔

۹۔ ذکریٰ۔ تفسیر پارہ عم۔ (انداز تفسیر یہ ہے کہ ہر سورہ سے پہلے اجمال و اختصار کے ساتھ اس کا موضوع و خلاصہ لکھا ہے۔ پھر مختلف عنوانات کے تحت آیات کی تفسیر بیان کی ہے۔)

۱۰۔ اسباب النزول :۔ بعض اہم آیات کی شان نزول بیان کی ہے۔

متذکرۃ الصدر متفرق سورتوں کی تفسیر میں خواجہ صاحب نے مولانا عبید اللہ سندھی کا طریق تفسیر اختیار کیا ہے۔ آیات سے اسلام کے سیاسی نظام اور آزادی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اور قرآن کی روشنی میں مسلمانوں کا طرز عمل متعین کیا ہے۔

خواجہ صاحب نے مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی کے ایماء پر بچوں کے لئے حسب ذیل کتابچے لکھے :۔

۱۔ نبیوں کے قصے　　۲۔ حالات قرآن مجید　　۳۔ ارکان اسلام

۴۔ ہمارے نبی　　۵۔ پیارے رسول　　۶۔ خلفائے اربعہ

۱؎ تحریک شیخ الہند ص ۳۹۸

۲؎ بصائر ص ۷۔۸

۳؎ بصائر ص ۹

۴؎ ماہنامہ "مشیر" (کراچی) جنوری ۱۹۵۷ء

۵؎ ہفت روزہ "الاعتصام" (لاہور) ۔ ۲ فروری [illegible]

REGD, NO, P-90

آپکو بہترین معیار کی جستجو ہے تو آپکا موزوں ترین انتخاب، بے مثال لِنن اور انمول پاپلین

'بے مِثال' لِنن اور 'انمول' پاپلین' دیدہ زیب' دیرپا' اعلےٰ معیار اور نفاست میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

- پولی ایسٹر اور ریان سے تیار شُدہ
- سُکڑنے سے محفوظ (Evaset)
- مرسرائزڈ آب و تاب
- شِکنوں سے مبرّا
- واش اینڈ ویئر (دُھلائی آسان' اِستری سے بے نیاز)
- دیرپا فِنِش
- ہر گز پر تیار کنندگان کی مُہر
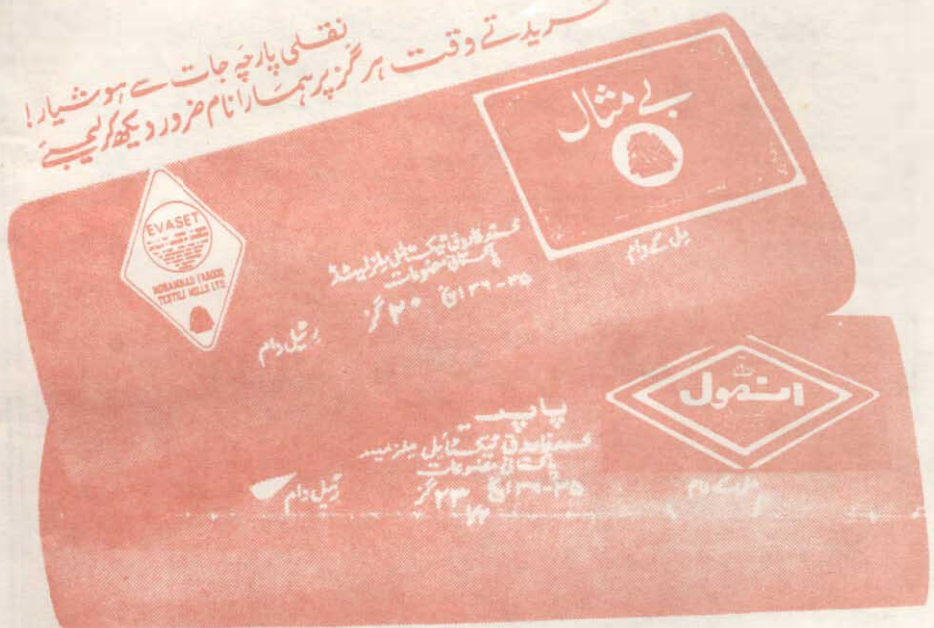
آپکے ذوق کیلئے۔ آپ کی زیبائش کیلئے

محمد فاروق ٹیکسٹائل مِلز لمیٹڈ

فیصل ہاؤس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

فون: ۲۳۱۵۲۳ - ۲۳۳۰۵۸ - ۲۳۹۹۰۷

MFTM-6-75 ASIATIC